ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مئی ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

سب سے زیادہ بنی نوع انسان سے آزاد یعنی محرّر اور خدا کی غلامی میں جکڑا جانے والا نبی ہوتا ہے۔ تو امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں نبوت جاری فرما تو اس دعا کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ میری اولاد کو ہمیشہ میری طرح غلام در غلام در غلام بناتا چلا جا۔ اپنی محبت میں، اپنی اطاعت میں جکڑتا چلا جا۔ اتنا کامل طور پر جکڑلے کہ کوئی بھی آزادی کا پہلو نہ رہے۔ تو محرّرًا کے مقابل پر دنیا سے آزاد کرکے میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ مضمون اور بھی زیادہ بالا ہے وقف کا کہ میری اولاد کو تو اپنی غلامی میں جکڑلے اور کوئی پہلو بھی ان کا آزاد نہ رہنے دے۔ بہرحال یہ بھی ایک پہلو ہے کہ جو کچھ ہے وہ تو خدا کی راہ میں دے دے لیکن جو ابھی ہاتھ میں نہیں آیا وہ بھی پیش کرنیکی تمنّا رکھتے ہیں۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی چِلّہ کشی کی۔ اس مضمون میں چالیس دن یہ گریہ وزاری کرتے رہے دن رات کہ اے خدا! مجھے اولاد دے اور وہ دے جو تیری غلام ہو جائے میری طرف سے تحفہ ہو تیرے حضور۔ پس میں نے یہ سوچا کہ میں ساری جماعت کو اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں دعوت الی اللہ کے ذریعہ روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہونا ہی مقدر ہے تو ہماری بیٹی بھی تیرے حضور پیش ہے۔ "مَا فِیْ بَطْنِیْ" جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے، مائیں یہ دعائیں کریں اور والدین بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اے خدا! انہیں اپنے لئے چن لے۔ اپنے لئے خاص کرلے۔ تیرے ہو کے رہ جائیں اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہوئی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا کی غلام بن کر اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور میں تحفہ پیش کر رہے ہوں اور اس کی شدید ضرورت ہے آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے دینِ حق نے ہر جگہ پھیلنا ہے وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے غلام ہوں۔ واقفینِ زندگی چاہئیں کثرت کے ساتھ، اور ہر طبقۂ زندگی سے واقفین چاہئیں۔ ہر ملک سے واقفینِ زندگی چاہئیں۔ اس سے پہلے جب ہم تحریک کرتے اور بہت کوشش کرتے رہے لیکن بالعموم بعض خاص طبقوں نے عمدًا وقفِ زندگی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ سمجھا ہے اور عملاً جو واقفینِ سلسلہ کو ملتے رہے وہ زندگی کے ہر طبقہ سے نہیں آئے۔ بعض بہت صاحبِ حیثیت لوگوں نے بھی اپنے بچے پیش کئے لیکن

بالعموم دُنیا کی نظر میں جس طبقے کو بہت زیادہ عزّت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، درمیانے درجے کا طبقہ، غریبانہ، اس میں سے بچے پیش ہوتے رہے۔ اس طبقے سے ان واقفینِ زندگی کا آنا ان واقفینِ زندگی کی عزّت بنانے کا موجب ہے عزّت گرانے کا موجب نہیں۔ لیکن دوسرے طبقوں سے نہ آنا ان طبقوں کی عزّت گرانے کا ضرور موجب ہے۔ پس مَیں اس پہلو سے یہ مضمون بیان کر رہا ہوں۔ ہرگز کوئی یہ غلط فہمی نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ من ذٰلك جماعت محروم رہ جائے گی اور جماعت کی عزّت میں کمی آ جائے گی۔ اگر بظاہر ظاہری عزّت والے لوگ اپنے بچے وقف نہ کریں۔ مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان خاندانوں کی عزّتیں باقی نہیں رہیں گی جو بظاہر دُنیا میں معزّز ہیں اور خدا کے نزدیک وہ خود اپنے آپکو آئندہ ذلیل کرتے چلے جائیں گے اگر خدا کے حضور انہوں نے اپنے بچّے پیش کرنے کا گُر نہ سیکھا۔ اور یہ سُنّتِ انبیاء ہے۔ انبیاء کے بچّوں سے زیادہ معزّز دُنیا میں اَور کوئی بچّے نہیں ہو سکتے اور انہوں نے اس عاجزی سے اور منّتیں کرتے ہوئے اور اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے وقف کئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے ان کو دیکھ کر۔ پس اگلی صدی کو شدید ضرورت ہے کہ جماعت کے ہر طبقہ سے لکھوکھا کی تعداد میں واقفینِ زندگی اس صدی کے پاس دراصل خدا کے حضور تحفہ پیش کر رہے ہوں۔ اِس لئے جن کو بھی توفیق ملے وہ اس تحفہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے اِس نیّت کی، اِس نذر کی برکت سے بعض ایسے خاندان جن میں اولاد پیدا نہیں ہو رہی اللہ تعالیٰ اس قربانی کی رُوح کو قبول فرماتے ہوئے ان کو بھی اولاد دے دے۔

فرمایا: ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ مَیں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ تہیہّ کر لیں کہ جس کو بھی جو اولاد نصیب ہو گی وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اِس تحریک میں شامل ہو جائیں اور وہ بھی یہ عہد کر لیں لیکن ماں باپ کو مل کر فیصلہ کرنا چاہیئے اور بچپن سے ہی ان کی اعلیٰ تربیت شروع کر دیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گذشتہ پیر کے روز جسے دوشنبہ بھی کہا جاتا ہے اور سوموار بھی کہتے ہیں صبح ہی سے اللہ تعالیٰ نے مختلف خوشی کی خبریں دکھانی شروع کیں۔ خدا تعالیٰ نے چھوٹی بھی اور بڑی بھی خوشخبریاں دیں۔ مثلاً یوگوسلاویہ میں اگرچہ ایک لمبے عرصہ سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کامیاب دعوت اِلی اللہ ہوتی رہی ہے اور لوگ

احمدی ہوئے ہیں لیکن وہ سب البانین قوم سے تعلق رکھنے والے تھے اور سربو کروشن جو وہاں کی بڑی قوم ہے اور جن میں بڑی شدت کے ساتھ عیسائیت پائی جاتی ہے یا اب روس کے اثر سے دہریت آگئی ہے اُن میں آج تک کوئی احمدی نہیں ہوا تھا تو اس کا سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا کہ پیر کے روز صبح یہ خوشخبری ملی کہ وہاں کے ایک کیتھولک عیسائی نے جن کا پادریوں کے ساتھ تعلق تھا بیعت کر لی ہے اور چونکہ وہ اپنی قوم میں سے پہلے ہیں اور یہ ایک بہت بڑی اہم قوم ہے اس لئے یہ ایک تاریخی نوعیت کی خوشخبری ہے۔

دوسری اِس نوعیت کی خوشخبری آئس لینڈ سے ملی ہے۔ گلاسکو میں آئس لینڈ کے ایک طالب علم پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے یہاں آنے کے بعد تعلیم کے دَوران احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے دینِ حق کا مطالعہ شروع کیا اور اُن کے دل پر اس کا رفتہ رفتہ اتنا اثر پڑا کہ انہوں نے خط لکھا جو پیر کے ہی دن ہمیں ملا کہ مَیں نے خوب تحقیق کے بعد احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور مجھ سے فوری طور پر رابطہ کیا جائے چنانچہ وہ بھی بیعت کر کے جماعتِ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔

فرمایا: آئس لینڈ ڈنمارک کے سپرد تھا کہ وہ کوشش کریں کہ آئس لینڈ میں پہلا پھل ملے لیکن باوجود کوشش کے ڈنمارک کے ذریعہ وہاں کوئی بیعت نہیں ہو سکی۔ یہ اللہ تعالیٰ خود اپنے فضلوں سے پھل بھیجتا ہے اور بعض دفعہ اِس کوشش میں کوئی دخل نظر نہیں آتا۔

تیسرے پیر ہی کے روز ہمارے بہت ہی اہم جدید پریس کا لندن میں افتتاح ہوا ہے جس کا بڑی دیر سے مَیں جماعت سے وعدہ کر رہا ہوں اور جماعت نے اِس کے لئے مالی قربانی بھی دی ہے اس کے کمپیوٹر سیکشن کا پیر کے روز ہی افتتاح ہوا ہے اور یہ خبر چھوٹی نہیں بلکہ اس کا بڑا وسیع اثر پڑے گا اِنشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن اس سے آگے اَور زیادہ وسیع اور خوشی کی خبر یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے نائیجیریا سے ایک ایسے چیف کی بیعت کی اطلاع ملی جو بڑی مخالف قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ انکے نیچے چالیس چیفس کام کرتے ہیں ان کے ذریعہ دو مزید چیفس نے بیعت کی ہے جن کے نیچے چالیس چالیس چیفس ہیں اور یہ بھی دوشنبہ کے دن اطلاع ملی۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا جو الہام ہے

"دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ"

وہ ہم پر تو آج ایک دفعہ پھر پورا ہو گیا اور یہی نہیں بلکہ مجھے اِس سے ایک اَور خیال آیا کہ ہم جو

"FRIDAY THE TENTH" خدا تعالیٰ کی خبر کو خواہ مخواہ محض انذاری خبر بنائے ہوئے ہیں حالانکہ خدا کی طرف سے تو کوئی شرط نہیں تھی کہ یہ انذاری خبر ہے اور جو بار بار چمک دکھائی گئی ہے اس کو دونوں طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ انذار کی بھی چمک ہوتی ہے اور خوشخبریوں کی بھی چمک ہوتی ہے۔ تو میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ بات گاڑ دی کہ جمعہ "FRIDAY THE TENTH" جو آنے والا ہے اس میں یا آئندہ کسی جمعہ میں ویسے ہی بہت بڑی خوشخبریاں دکھائی جانے والی ہیں۔

خیر! اس انتظار میں اُسی دن سے مجھے کچھ امید بندھی اور چونکہ جمعہ کا دن جمعرات کا سورج غروب ہونے پر شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ منگل کے روز ہانڈے پون میں ایک انگریز احمدی خاتون کے خاوند نے جو شدید مخالف تھے بھی بیعت کی ہے اور ایک اور انگریز خاتون نے اپنے بچوں سمیت بیعت کی ہے۔

فرمایا: جمعرات کا سُورج غروب ہونے کے بعد ایک بہت بڑے مسلمان راہنما جن کا کروڑوں مسلمان احترام کرتے ہیں اور وہ کئی زبانوں کے ماہر ہیں اُن سے ملاقات ہوئی جن پر جماعت کا علم ہونے پر بہت اچھا اثر پڑا اور محبت کے واضح آثار اُن میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں آنے کا موقع دیا۔ دوسرا بڑا معنی خیز فقرہ انہوں نے کہا جس سے مجھے امید ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ ایک لمبے عرصے سے میں اسلام کا تاریخی مطالعہ کر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک۔ اور میں نے ہر طرف نظر دوڑائی اور خوب چھان پھٹک کی۔ خوب تلاش کی لیکن جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے ملی نہیں آج وہ مجھے مل گئی ہے۔ اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہی وہ خوشخبری تھی جو خدا تعالیٰ نے پیر کے دن میرے دل میں ڈالی کہ "FRIDAY THE TENTH" اور احمدیت کی ترقی کے لئے انشاءاللہ نئے نئے دروازے کھولے گا۔ تو جماعت کو میں خوشخبریوں میں اس لئے شامل کر رہا ہوں کہ تکلیف دہ خبریں دیر سے آپ سنتے ہیں تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن طمع کے ساتھ بھی تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہے، حمد و شکر سے دل بھرتا ہے۔ تو اس لئے ایسی خبریں بھی بتانی چاہئیں جن سے غمِ اغیار کا جھگڑا کٹ جائے اور دل حمد کی طرف بھی مائل ہوں اور حمد و ثناء کے ساتھ دعائیں اٹھیں اس لئے دعائیں کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعتِ احمدیہ کو اس عظیم عالمی انقلاب کی طرف لے کر جا رہی ہے جس کا لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے مگر خدا کی تقدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا تعالیٰ جماعت پر ترقیات

کے عظیم الشان دروازے کھولنا چاہتا ہے اس لئے آج حمد و ثنا کا جمعہ ہے۔ آج بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک مسلمان لیڈر سے ملاقات ہے اس کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بہتری کے سامان پیدا فرمائے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء بمقام ناصر باغ مغربی جرمنی

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مغربی جرمنی کا سالانہ جلسہ شروع ہو رہا ہے۔ عام دستور کو چھوڑ کر افتتاحی خطاب اور خطبہ جمعہ کو اکٹھا کر لیا جائے گا کیونکہ مجھے جمعہ کے بعد اور بہت سے ضروری کام ہیں اور پھر مجھے واپس بھی جانا ہے۔

میں گذشتہ چند خطبات میں جماعت کو تقویٰ کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں یہ سلسلہ ابھی آگے بڑھانے کا پروگرام ہے۔ تقویٰ کے یہ معنے کہ جنگلی جانور کے خوف کی طرح خدا سے ڈرنا، تقویٰ کے ساتھ زیادتی ہوگی کیونکہ اس کا حقیقی مفہوم اس کے بالکل برعکس ہے۔ تقویٰ دو مرکزی سرچشموں سے پھوٹتا ہے محبّت سے اور خوف سے۔ خوف کن معنوں میں؟ وہ میں آئندہ بیان کروں گا لیکن بنیادی طور پر تقویٰ محبّتِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ بہت سے احمدیوں نے مختلف ملکوں کا سفر اختیار کیا۔ ان کے سفر کی بنیاد مختلف تھی۔ بعض نے سفر اس لئے کیا کہ وہ حالات کی بناء پر اپنے جذبات پر ضبط نہیں رکھ سکتے تھے بعض ایسے تھے جنہوں نے جسمانی اذیتیں اُٹھائیں۔ چند ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے ان حالات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ملک چھوڑا۔ اِن میں کچھ ایسے بھی ہیں جو وہاں تقویٰ کے عمدہ معیار پر تھے اور کچھ جماعتی لحاظ سے اچھی زندگی نہیں گذار رہے تھے لیکن جرمنی پہنچنے کے بعد غیر اِس تفریق کو نہیں سمجھتا وہ آپ کو جماعت کا نمائندہ اور سفیر سمجھتا ہے۔ اِس لحاظ سے آپ پر بہت بھاری ذمّہ داری عاید ہوتی ہے۔ جب آپ سے دعوت اِلی اللہ اور نیک نمونہ کی توقّع کی جاتی ہے تو کمزوری والا پہلو اَور بھی نمایاں ہو جاتا ہے اِس لئے سب کا کام محبّتِ الٰہی ہے۔ یہ وہ تعلق ہے جس میں کسی اَور کا دخل نہیں جس کے نتیجہ میں آپ کو دونوں جہان کی نعمتیں نصیب ہو جائیں گی۔ اِس لئے قرآن کریم نے سب سے زیادہ محبّتِ الٰہی یعنی تقویٰ پر زور دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں نے بھی آپؐ میں اس عِشق کے تعلق کو محسوس کیا جیسے کہا کہ

عشق محمدٌ ربّہٗ

فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ دعا کا فلسفہ بھی تقویٰ کے بغیر سمجھ نہیں آسکتا۔ خدا سے دعا مانگنے والے بعض ایسے ہیں جو صرف انتہائی مصیبت کے وقت خدا کو پکارتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ضرورت پوری ہونے پر خدا کو بھلا دیتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ضرورت سے بے نیاز اپنے رب سے پیار کا تعلق رکھتے ہیں۔ اوّل گروہ کے لوگوں کی دعا کو دعا کہنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ پھر دوسری قسم کے لوگ ہیں وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ محبّت کا تعلق دو طرفہ ہوتا ہے۔ انہیں خدا کی ضرورتوں کے وقت خدا کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ خدا کی ضرورتوں سے مراد اس کے دین کی ضرورتیں ہیں۔ پس اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کریں اور اس سے پیار کا تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں جس کے نتیجہ میں خدا آپ کی دعاؤں کو تقویت بخشے گا۔ جلد دوسری حالت سے تیسری حالت میں منتقل ہو جائیں اور خدا کی محبّت میں زندہ رہنا سیکھیں۔ پس بجائے اس کے کہ ہم تنظیموں کی خشک نصیحتوں کا انتظار کریں مَیں نے سوچا کہ آپ کو محبّتِ الٰہی کا سبق دوں جو معًا پھل دیتا ہے اور جس کے نتیجہ میں عظیم الشان تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ دعوت اِلی اللہ کے لئے سب سے ضروری چیز تقویٰ ہے۔ مادی اور علمی لحاظ سے آپ یورپ کو کچھ نہیں دے سکتے اس لئے انہیں محبّتِ الٰہی عطا کریں پھر دیکھیں کہ کتنی جلدی انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ کو اس کی توفیق عطا ہو اور جتنی عظیم الشان توقعات انقلاب کی اِس ملک میں مَیں آپ سے رکھتا ہوں اس سے زیادہ کی خدا تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

اِس جلسہ میں کُل حاضری دو ہزار آٹھ سو تھی اور جو بیعتیں ہوئی ہیں وہ دو جرمن، ایک آسٹریلین، ایک لبنانی عرب اور ایک پاکستانی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورہ بقرہ کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

فرمایا: ان آیات میں خدا تعالیٰ نے تقویٰ کے حصول کا ایک بہت عمدہ ذریعہ ہمیں روزوں کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔ روزے اور تقویٰ کا آپس میں ایک گہرا تعلق ہے۔ بعض دفعہ تقویٰ کے نتیجہ میں روزے نصیب ہوتے ہیں اور بعض دفعہ روزے کے نتیجہ میں تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ جتنا تقویٰ کا معیار بلند ہوگا اتنے ہی روزے زیادہ فائدہ مند ہوں گے اور جتنا انسان اخلاص کے ساتھ روزے رکھ کر ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا اتنا ہی انسان کو زیادہ سے زیادہ تقویٰ نصیب ہونا شروع ہو جائے گا۔

حضور نے فرمایا: تقویٰ بنیادی طور پر بچنے کو کہتے ہیں اور تقویٰ کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جس سے خدا روکے۔ روزوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف بُری چیزوں سے بچنے ہی کے لئے حکم نہیں فرمایا بلکہ خاص وقت میں اُن اچھی چیزوں سے بھی منع فرما دیا جو روزمرہ کی زندگی میں اُسے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اس طرح تقویٰ کے اصل معنی روزے میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ اگر نیکی و بدی کے ذاتی فلسفہ میں پڑ کر یہ تفریق کی جانی لگے کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے تو ہر قوم کا نیک و بد کا معیار مختلف ہوگا اور بدلتا جائے گا۔ آپ کے نزدیک ایک چیز بُری ہے تو دوسرے کے نزدیک وہی چیز اچھی ہوگی۔ اس طرح آپ کا تقویٰ اَور ہوگا اور دوسروں کا تقویٰ اَور ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ نے یہاں آکر تقویٰ کا ایک مضمون سمجھا دیا جو روزوں کی برکت سے معلوم ہوا جس کے بعد انسان کے لئے کسی مزاج کی تفریق اور معاشرے کے فرق کا سوال باقی نہیں رہتا۔

فرمایا: رمضان میں داخل ہو کر تقویٰ اپنے عروج کو پہنچتا ہے۔ نیک و بد کی تمیز کا ایک ہی راز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی کسوٹی پر نیک و بد کو پرکھا جائے۔ جو رضا کے مطابق ہے وہ نیک ہے جو رضا کے مخالف ہے وہ بد ہے۔ یہ سارا مہینہ جو ہم ریاضت میں گزاریں گے اس میں ہمیں بدیاں چھوڑنے کی مزید طاقت ملے گی۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم روزے رکھو گے تو بہت سی بدیوں سے بچنے کی طاقت پاؤ گے جو روزے کے بغیر ویسے تمہیں نصیب نہیں تھی۔

فرمایا: جس طرح ایک زمیندار اپنے کھیت میں جڑی بُوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کو تلف کرتا ہے پھر وہ ہمیشہ اس کھیت کی نگرانی بھی کرتا ہے کہ کہیں یہ جڑی بُوٹیاں دوبارہ سر نہ نکالیں اور یہ کیڑے مکوڑے دوبارہ حملہ نہ کریں۔ وہ ہر وقت تیار رہتا ہے کہ جب کوئی بیماری سر اُٹھائے دوبارہ اس کے پھیلنے کی کوشش کرے تو ایسا زمیندار یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی محنت سے بہت زیادہ پھل پاتا ہے اور اس کا کھیت ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان جڑی بُوٹیوں

کی تلفی میں آپ کی مدد کرتا ہے اور آپ کی نیکیوں پر حملہ کرنے والے بدی کے جانور اور کیڑے مکوڑے رمضان میں سے گزر کر تلف ہو جاتے ہیں۔ آپ کو ایک نئی زندگی عطا ہوگی اور آپ تقویٰ کی حالت میں رمضان سے باہر آئیں گے لیکن اس کے بعد حفاظت کرنا آپ کا کام ہے۔ اگر آپ اس زمیندار کی طرح حفاظت کریں گے تو آپ ہمیشہ کے لئے نقصان دہ جراثیم اور کیڑے مکوڑوں سے بچ جائیں گے۔

حضورِ انور نے بدیوں سے بچنے کے لئے ایک اَور طریق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رمضان میں بعض زائد نیکیاں جو پہلے نہیں کیں وہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ نیکیاں بڑھانے کے نتیجہ میں بدیاں دُور ہونے لگتی ہیں۔ "اِنّ الحسنات یذھبن السّیّئات" میں اِسی طرف اشارہ ہے۔ جب آپ بدیوں کو دُور کریں گے تو نیکیاں نشوونما پائیں گی اور اگر نیکیوں کے اندر آپ اَور نیکیاں داخل کریں گے تو درمیان میں بدیوں کے داخل ہونے کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی پس خالی جگہوں کو نیکیوں سے بھرنا شروع کرو اور اپنی حسنات کو بڑھاؤ تاکہ بدیوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ اِس مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو آئندہ بدیوں کے مقابلہ کے لئے ایک بہت عظیم راز آپ کے ہاتھ آجائے گا۔ اِس مضمون سے اِس رمضان میں جہاں تک ممکن ہو جماعتِ احمدیہ کو استفادہ کرنا چاہیئے۔

حضور نے روزے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کہ روزے کی جزاء خدا تعالیٰ خود ہوتا ہے کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ روزے کے علاوہ کسی نیکی کا انسان کی ہر طاقت سے تعلق نہیں ہے۔ کسی نیکی کا کچھ طاقتوں سے تعلق ہے اور کسی کا کچھ سے، لیکن پورا وجود خدا کے تابع کرنے کے لئے روزے کی ضرورت پیش آتی ہے جس میں ہر قربانی، ہر عبادت داخل ہو جاتی ہے۔ تو گویا جب انسان اپنے پورے وجود کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے تو اس کی جزاء بھی پھر خود خدا بن جاتا ہے۔

پھر حضورِ انور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے کہ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری جب اُسے خدا تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی فرمایا اس ملاقات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ مرنے کے بعد نصیب ہوگی۔ یہ غلط ہے۔ خدا تعالیٰ کوئی ادھار کا سودا نہیں کرتا۔ روزوں کے اندر جب خدا خود جزاء ہے تو وہ روزہ کے دوران ہی جزاء بنتا ہے اور اس دُنیا میں خدا کا حاصل ہونا ایک امرِ واقعہ ہو جاتا ہے۔ اِس پہلو سے ہر روزے دار کو رمضان کے دوران یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے روزے خدا کی خاطر تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو اس دوران اسے ضرور اپنی توفیق اور اپنے ظرف کے مطابق

خدا کی لقا نصیب ہو جائے گی۔ اِس پہلو سے ہمیں پوری توجہ اور محنت کے ساتھ کوشش اور دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا محض اپنے فضل اور رحمت سے ہمارے کئے کی جزاء بن جا اور ہماری چشم پوشی فرما۔ اور باوجود سب کمزوریوں کے ہمیں اپنے فضل اور رحمت کا یہ کرشمہ دکھا کہ گویا ہم سمجھیں کہ ہاں اللہ ہمارے روزوں کے بدلے ہمارا ہوگیا۔ اِس قسم کی عاجزانہ دعائیں کریں اور گریہ وزاری کریں۔ اس کے نتیجہ میں کوئی بعید نہیں کہ لکھوکھا احمدیوں کو اِس رمضان المبارک میں اس طرح خدا کی لقاء نصیب ہو کہ پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی ہو اور یہی زندگی کی سب ترقیوں کا راز ہے اور یہی فلاح کی کُنجی ہے جسکے بعد پھر ہمیشہ کی زندگی اِس دُنیا میں انسان کو نصیب ہو جاتی ہے۔ انسان اس عالمِ فنا میں رہتا ہؤا عالمِ بقا میں داخل ہو جاتا ہے۔ رمضان عالمِ بقا لے کر آپ کے لئے آ رہا ہے آب حیات سے اس کا ایک گھونٹ آپ حقیقت میں بھرلیں تو ایک ہی گھونٹ آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی کا پیغام لا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ؛

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں۔

درسِ حدیث

دُرِّ منثور (۱)

سیرتِ نبوی ؐ سے چند متفرق یادیں

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔ اے۔ ایم لٹ آکسن)

روز و شب تھے تو اُن خوش نصیبوں کے جن میں صبح و شام میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ کتنے روشن تھے وہ دن! واقعی آفتابِ محمدؐی نے سُورج کو ماند کر دیا تھا اور اُس ماہتاب سے ساری راتیں ہی چاندنی راتیں تھیں۔ ہر طرف مسرّتیں، مسکراہٹیں بکھری تھیں۔ فضا معطّر تھی ہر سُو مستیاں طاری تھیں کہ ایسا محبوب تو کسی اَور کو نہ ملا تھا۔ کروٹ کروٹ زمانہ اُس کے حُسن کے نئے سے نئے جلوے دیکھتا تھا۔ ہر ادا سحر کُن تھی۔ ہر بات میں نیا رنگ تھا۔ وہ ایسا بے مثل وجود تھا کہ زمانہ نے نہ اس سے پہلے کبھی ایسا وجود دیکھا نہ بعد میں[1]۔ مکّہ کی محرومیاں جب مدینہ کی قسمت بنیں تو ہر دل کی یہی آواز تھی ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   مِنْ ثنیات الوداع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا   مَا دعی للہ داع

ہمارا چاند (آج) ہم پر طلوع ہو گیا ہے۔ کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے وہ ہم پر چڑھا۔ آج ہم پر خُدا کا شُکر واجب ہو گیا ہے (اُس دن تک) جب تک دعا مانگنے والے اللہ سے دعا مانگے۔

پھر مدینہ کا رنگ بھی بدل گیا۔ اب نہ دن پہلے جیسے دن تھے نہ راتیں۔ اس کے بازاروں، اسکی گلیوں، اس کے گھروں، اس کی مجلسوں کے رنگ اَور ہی رنگ ہو گئے۔ ایک نئی دُنیا آباد ہو گئی۔ آسمان و زمین نئے رُوپ میں آ گئے۔ اور مدینہ کے باسیوں کا تو کچھ نہ پوچھو ان کو تو ایسی متاع مل گئی

---

[1] حضرت اقدس بانئِ سلسلہ احمدیہ کا بیان کردہ مضمون 'سُرمہ چشم آریہ'

تھی کہ ایک ہی لمحہ میں ان کی زندگی، ان کی سوچ، ان کا سب کچھ بدل گیا اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں وہ دُنیا و مافیہا سے غنی ہوگئے۔ زندگیوں کو نیا ڈھنگ اور دلوں کو نئی دھڑکنیں مل گئیں۔ سوچ کے انداز بدل گئے۔ عمل نے نئے سلیقے سیکھے۔ بات چیت کے ڈھب اور ہوگئے۔ وہ اپنی قسمت پر جتنا فخر کرتے کم تھا کہ وہ جس کے لئے زمین و آسمان بنائے گئے وہ آج ان میں انہی کا ہو کر رہنے لگا تھا۔ پھر انہوں نے اس کی ہر ادا، اس کی ہر بات، اس کے ساتھ پیش آنے والا ہر واقعہ اپنے قلب و ذہن پر نقش کر لیا اور یہی ان کی زندگی کا سرمایہ تھا جو اس کے بعد ان کا سہارا بنا۔ انہی یادوں میں سے چند یادیں مَیں نے اِس مضمون کے لئے منتخب کی ہیں۔

عن ابی واقد اللیثی انّ رسول اللہِ صلّی اللہ علیہ وسلم بینما ھو جالسٌ فی المسجد والنّاس معہٗ اذ اقبل ثلاثۃ نفرٍ فاقبل اثنان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذھب واحدٌ قال فوقفا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامّا احدھما فرای فرجۃً فی الحلقۃ فجلس فیھا وامّا الاٰخر فجلس خلفھم وامّا الثّالث فادبر ذاھبًا فلمّا فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اخبرکم عن النّفر الثلاثۃ امّا احدھم فاوی الی اللہ فاٰواہ اللہ والاٰخر فاستحیا فاستحیا اللہ منہ وامّا الاٰخر فاعرض فاعرض اللہ عنہ۔

(بخاری کتاب العلم من قعد حیث ینتھی بہ المجلس)

(حارث المدنی) ابو واقد لیثی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے اور لوگ حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے (حضورؐ اپنے احباب سے گفتگو فرما رہے تھے) کہ اتنے میں تین شخص (مسجد کے پاس سے) گذرے ان میں سے دو تو حضورؐ کی طرف آگئے اور تیسرا شخص چلا گیا ابو واقد کہتے ہیں وہ دونوں شخص (پہلے تو تھوڑی دیر کے لئے) کھڑے رہے پھر ان میں سے ایک نے حضورؐ کے حلقۂ احباب میں ایک جگہ (خالی) دیکھی اور وہ (آگے آکر) اُس جگہ بیٹھ گیا اور دوسرا شخص لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ تیسرا شخص پیٹھ موڑ کر مجلس سے چلا گیا۔ جب حضورؐ اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کیا مَیں تمہیں ان تین آدمیوں کا حال نہ بتا دوں (جو ہماری مجلس میں آئے) ان میں سے ایک شخص (جو آگے آکر خالی جگہ میں بیٹھ گیا) وہ تو ایسا ہے کہ اُس نے

اللہ کے پاس پناہ لی اور اللہ نے اس کو اپنے پاس جگہ دی اور ان میں سے دوسرا جو (پیچھے ہی بیٹھ رہا) کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ سے شرمایا سو اللہ نے بھی اس سے حیاء کا سلوک کیا یعنی عفو کیا اور ان میں سے تیسرے نے (خدا کے نبی کی مجلس سے) اِعراض کیا اور واپس چلا گیا سو اللہ نے بھی اُس سے اعراض کیا (اور اس کی پرواہ نہ کی)۔

- عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال بينا انا نائم : اتيت بقدح لبنٍ نشربت حتّٰى انّى لأرى الرّىّ يخرج فى اظفارى ثمّ اعطيت فضلى عمر ابن الخطّاب قالوا فما اوّلته يا رسول الله قال العلم۔

(بخارى كتاب العلم باب فضل العلم)

حضرت ابنِ عمر سے روایت ہے (وہ کہتے ہیں) کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایک صبح یہ) کہتے سُنا کہ (آج رات) مَیں سو رہا تھا کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے پاس ایک دُودھ کا پیالہ لایا گیا اور مَیں نے اُس سے (خوب سیر ہو کر) پیا اور اَب بھی مَیں اُس (دودھ) کی طراوت کو اپنے ناخنوں سے پھُوٹتا محسوس کرتا ہوں۔ پھر مَیں نے باقی دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ نے اس کی تعبیر کیا کی ہے۔ حضورؐ نے جواب دیا (دودھ کی تعبیر) علم (ہے)

- قال زياد بن الحرث الصُّدائى : اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعته على الاسلام ، فاخبرت انه قد بعث جيشًا الى قومى ، فقلت : يا رسول الله ، أردد الجيش وانا لك بإسلام قومى وطاعتهم ، فقال : اذهب فرُدّهم ، فقلت : يا رسول الله ، ان راحلتى قد كلّت ، ولكن ابعث اليهم رجلًا ، قال : فبعث اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلًا ، وكتبت معهٗ اليهم ، فردّهم قال الصّدائى : فقدم وفدهم باسلامهم ، فقال لى رسول الله صلّى الله عليه وسلم : يا اخا صداء ، انّك لمطاع فى قومك ، قلت : بل الله هداهم للاسلام ، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : افلا أُؤمّرك عليهم ؟ قلت : بلى ، فكتب لى كتابًا بذٰلك ، فقلت : يا رسول الله ، مرلى بشئٍ من صدقاتهم ، فكتب لى كتابًا اٰخر بذٰلكٗ

وكان ذٰلك فى بعض اسفاره، فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم منزلاً، فاتى اهل ذٰلك المنزل يشكون عاملهم، يقولون : اخذ نابشىء كان بيننا وبينه فى الجاهلية، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : او فعل ؟ قالوا : نعم، فالتفت الىٰ اصحابه وانا فيهم فقال : لاخير فى الامارة لرجلٍ مؤمنٍ، قال الصدائى : فدخل قوله فى نفسى، قال : ثمّ اتاه آخر، فقال : يا رسول الله، اعطنى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم : من سأل النّاس عن ظهر غنًى فهو صداعٌ فى الرأس وداءٌ فى البطن، فقال السّائل : فاعطنى من الصدقة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : انّ الله لم يرض بحكم نبىٍّ ولا غيره (فى الصدقات) حتّٰى حكم هو فيها، فجزّأها ثمانية اجزاءٍ، فان كنت من تلك الاجزاء اعطيتك - او اعطيناك - حقّك، قال الصدائى : فدخل ذٰلك فى نفسى، لأنى سألته من الصدقات وأنا غنىٌّ، ثم إنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتشى من أوّل الليل، فلزمته، وكنت قويًّا، وكان اصحابه ينقطعون عنه ويستأخرون، حتّٰى لم يبق معهٗ احدٌ غيرى، فلما كان أوان صلاة الصبح أمرنى فأذّنت، وجعلت أقول : أُقيم يا رسول الله ؟ فينظر الىٰ ناحية المشرق و يقول : لا، حتّٰى اذا طلع الفجر نزل فتبرّز، ثمّ انصرف الىّ و قد تلاحق اصحابه، فقال : هل من ماء يا أخا صداءٍ ؟ فقلت : لا، إلّا شىءٌ قليل لا يكفيك، فقال : اجعله فى اناءٍ ثمّ ائتنى به، ففعلت، فوضع كفه فى الاناء، فرأيت بين كل اصبعين من اصابعه عينًا تفور، فقال : لولا انى استحى من ربّى - يا اخا صداءٍ - لسقينا و استقينا، ناد فى النّاس : من لهٗ حاجةٌ فى الماء، فناديت فيهم، فاخذ من أراد منهم، ثمّ جاء بلال فاراد أن يقيم، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : إنّ أخا صداءٍ اذّن، ومن اذّن فهو يقيم، قال الصدائى : فاقمت، فلمّا قضى رسول الله صلّى الله عليه وسلم

صلاته اتيته بالكتابين، فقلت: يارسول الله، اعفني من هٰذين، فقال: وما بدالك؟ فقلت: إني سمعتك تقول: لاخير في الإمارة لرجل مؤمن، وأنا أومن بالله ورسوله، وسمعتك تقول للسائل: من سأل عن ظهر غنى فهو صداعٌ في الرأس وداءٌ في البطن، وقد سألتك وانا غنيٌّ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو ذاك، ان شئت فاقبل وان شئت فدع (فقلت: ادع) فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: فدُلّني على رجل أؤمّره عليهم، فدللته على رجل من الوفد الذين قدموا عليه، فامّره علينا، ثمّ قلنا: يارسول الله، ان لنا بئرًا اذا كان الشتاء وسعنا ماؤها فاجتمعنا عليها، واذا كان الصيف قلّ ماؤها فتفرقنا على مياهٍ حولنا، وقد اسلمنا، وكلٌّ من حولنا لنا عدوٌّ، فادعُ الله لنا في بئرنا ان يسعنا ماؤها فنجتمع عليها ولا نتفرق، قال: فدعا بسبع حصيات، فعركهن في يده ودعا فيهن، ثمّ قال: اذهبوا بهٰذه الحصيات، فاذا اتيتم البئر فالقوها واحدةً واحدةً واذكروا اسم الله، قال الصدائي ففعلنا ما قال لنا فما استطعنا بعد ذالك ان ننظر في قعرها۔　　(بيهقي في سنن كبرٰى ومزّي في تهذيب الكمال)

زیاد بن حرث الصدائیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرتے ہوئے مَیں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی (اسی دوران) مجھے علم ہوا کہ حضورؐ میری قوم کی طرف (ان کی سرکوبی کے لئے) ایک لشکر بھیج چکے ہیں (یہ خبر پاکر) مَیں نے (حضورؐ سے) عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اس لشکر کو واپس بلوالیں مَیں اپنی قوم کی طرف سے ان کے قبولیتِ اسلام اور ان کی اطاعت کا ضامن ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے جاؤ اور لشکر کو واپس لے آؤ (میری طرف سے اجازت ہے) مَیں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میری سواری تو تھک چکی ہے (سفر کے قابل نہیں اگر حضورؐ پسند فرمائیں تو) کسی اَور شخص کو ان کی طرف بھیج دیں (زیاد کہتے ہیں کہ حضورؐ نے میری درخواست قبول کرلی اور) ایک اَور شخص کو لشکر کی طرف بھیجا مَیں نے اپنی قوم کی طرف اُس آدمی کے ہاتھ خط لکھ بھیجا (کہ اسلام قبول کرتے ہوئے حضورؐ کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ) حضورؐ کا پیغامبر

لشکر کو واپس لے آیا (زیاد) کہتے ہیں ساتھ ہی میری قوم کا ایک وفد بھی (لشکر کی معیّت میں) قبولیّتِ اسلام کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوًا۔ حضورؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے صداء کے بھائی (یعنی صداء قبیلہ کے فرد) تیری قوم تیرے پیچھے چلتی ہے؟" مَیں نے عرض کیا کہ ہاں حضورؐ وہ میری بات مانتے ہیں لیکن جہاں تک ان کے اسلام لانے کا تعلق ہے ان کو اس کی طرف اللہ نے ہی ہدایت دی ہے۔ پھر حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں تمہاری قوم پر امیر نہ مقرر کر دوں تو مَیں نے عرض کیا کہ یہ میری سعادت ہوگی۔ اس پر حضورؐ نے مجھے میری امارت کا پروانہ لکھ دیا۔ (زیاد) کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ حضورؐ میری قوم کی زکوٰۃ میں میرا حصّہ بھی مقرر فرما دیں۔ اس پر حضورؐ نے مجھے ایک اَور تحریر زکوٰۃ میں میرے حصّہ کے بارے میں لکھوا دی (زیاد کہتے ہیں) کہ یہ واقعات ایک سفر کے دَوران میں پیش آئے جبکہ حضورؐ وہ سفر فرما رہے تھے (پھر حضورؐ کُوچ کے بعد) ایک (اور) مقام پر اترے اور اُس علاقہ کے لوگ حضورؐ کے پاس حضورؐ کے مقرر کردہ عامل کی شکایات لے کر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے مقرر کردہ عامل نے ہم سے ان باتوں کی وجہ سے مؤاخذہ کیا ہے جو اس کے اور ہمارے درمیان زمانۂ جاہلیّت میں جھگڑا کا باعث تھیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا واقعی اس نے ایسا کیا ہے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں رسول اللہ اس نے ایسا ہی کیا ہے اس پر حضورؐ اپنے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "مومن مرد کے لئے امیر بننے میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی"۔ (زیاد) کہتے ہیں کہ حضورؐ کی یہ بات میرے دل میں گڑ گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر ایک دوسرا شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوًا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ دیں۔ اس کی بات سُنکر حضورؐ نے فرمایا جو غنی ہو کر دوسروں سے مانگے تو اس کا یہ فعل اس کے لئے دردِ سر بن جائے گا اور جو مال وہ اس طرح جمع کرے گا وہ اسے تپکے گا نہیں۔ اس پر مانگنے والے نے عرض کیا کہ حضورؐ مجھے زکوٰۃ میں سے کچھ دیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم کے لئے اصول خود مقرر کئے ہیں اور ان اصولوں کے مقرر کرنے میں وہ کسی کا بھی۔ نبی ہو یا غیر نبی۔ پابند نہیں اور خدا نے زکوٰۃ کی تقسیم کیلئے آٹھ شقیں مقرر کی ہیں اور اگر تو ان میں سے کسی شق کے نیچے آتا ہے تو مَیں تجھے (یا فرمایا ہم تجھے) ضرور تیرا حق دیں گے۔ زیاد کہتے ہیں کہ حضورؐ کی یہ بات بھی میرے دل میں گڑ گئی کیونکہ مَیں نے غنی ہوتے ہوئے زکوٰۃ میں سے مانگا تھا۔

زیاد کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے اوّل رات میں کُوچ کیا اور مَیں حضورؐ کے ساتھ ساتھ رہا کیونکہ مَیں خوب طاقتور تھا جبکہ حضورؐ کے دوسرے صحابہؓ ایک ایک کر کے حضور سے الگ ہوتے رہے اور پیچھے

رہ گئے حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ سفر میں سوائے میرے اور کوئی بھی حضورؐ کے ساتھ نہ رہا صبح کی نماز کا وقت آیا تو حضورؐ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔ اذان کے بعد مَیں حضورؐ سے بار بار عرض کرتا کہ اگر اجازت ہو تو اقامت کہوں اور ہر بار حضورؐ مشرق کی طرف دیکھتے اور فرماتے ابھی نہیں یہاں تک کہ فجر اچھی طرح ظاہر ہوگئی تب حضورؐ سواری سے اُترے۔ رفع حاجت کے لئے ایک طرف نکل گئے پھر فارغ ہو کر میرے پاس آئے۔ اِس دَوران حضورؐ کے صحابہؓ بھی حضورؐ سے آن ملے۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ "صداء کے بھائی! کیا پانی ہے۔" مَیں نے عرض کیا کہ حضور بہت ہی تھوڑا سا پانی ہے حضورؐ کے (وضو) کے لئے بھی کافی نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو کسی (بڑے) برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دیا اور مَیں نے دیکھا کہ حضورؐ کی ہر دو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا "اے صداء کے بھائی اگر ایسا نہ ہوتا کہ مَیں ایسے معجزے دکھاتے ہوئے اپنے رب سے شرم محسوس کرتا تو ہم اس طرح پانی پیتے پلاتے۔ لوگوں میں منادی کر دو کہ جس کو پانی کی حاجت ہے وہ آکر پوری کر لے۔" (زیاد) کہتے ہیں کہ مَیں نے منادی کی اور پھر جس نے چاہا حضورؐ کے پاس سے پانی لے گیا۔ (لوگ وضوء سے فارغ ہوئے) تو بلالؓ آگے بڑھے کہ اقامت کہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صداء کے بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے گا۔ (زیاد) کہتے ہیں کہ پھر مَیں نے اقامت کہی۔ جب حضورؐ نماز پڑھا چکے تو مَیں حضورؐ کی دونوں تحریرات لے کر حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ ان میں جو کچھ حضورؐ نے میرے حق میں لکھا ہے واپس لے لیں۔ آپؐ نے میری بات سُنکر فرمایا "کیا بات ہے آپ کیا ہو گیا۔" مَیں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مَیں نے آپؐ کو کہتے سُنا کہ ایک مومن مرد کے لئے امارت میں کوئی بھلائی نہیں اور مَیں اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں اور مَیں نے ایک شخص کے سوال پر آپؐ کو کہتے سُنا کہ جو بے ضرورت ہو کر مانگے تو یہ فعل اس کے لئے دردِ سر بن جائے گا اور جو مال وہ حاصل کرے گا اُسے نچے گا نہیں اور مَیں نے حضورؐ سے غنی ہوتے ہوئے مانگا تھا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا "بات تو ایسے ہی ہے اب مرضی ہے تو یہ امارت اور مال قبول کر لو اگر چاہو تو اسے چھوڑ دو۔" مَیں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ مَیں چھوڑتا ہوں۔ پھر حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ کوئی آدمی بتاؤ جس کو مَیں تمہاری قوم پر امیر مقرر کر دوں۔ اس پر مَیں نے حضورؐ کو ایک آدمی کے بارہ میں بتایا جو میری قوم کے وفد میں حضورؐ کے پاس آیا تھا اور حضورؐ نے اس کو ہمارا امیر مقرر کر دیا۔ پھر مَیں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں

(ایک ہی) کنواں ہے جب سردی آتی ہے تو اس کا پانی بڑھ جاتا ہے اور ہمارے قبیلہ کے لوگ اس کنویں کے گرد ڈیرے لگا لیتے ہیں لیکن جب گرمیاں آتی ہیں تو اس کنویں کا پانی کم ہوجاتا ہے اور ہم بکھر کر اپنے گرد و پیش میں مختلف کنووں کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ اب ہم مسلمان ہوگئے ہیں اور ہمارے گرد و نواح میں ہر قبیلہ ہمارا دشمن ہوجائے گا اس لئے حضورؐ ہمارے کنویں کے بارہ میں اللہ سے دعا کریں کہ اس کا پانی زیادہ ہوجائے اور ہم اس کے گرد ہی جمع رہیں اور بکھریں نہیں۔ (میری عرض سُنکر) حضورؐ نے کچھ کنکریاں منگوائیں اور انہیں اپنے ہاتھ میں لے کر مَلا اور ان پر دعا کی۔ پھر فرمایا ان کنکریوں کو لے جاؤ اور جب کنویں پر پہنچو تو ان پر اللہ کا نام لے کر ایک ایک کرکے انہیں کنویں میں ڈال دو۔ زیاد کہتے ہیں جیسا حضورؐ نے فرمایا تھا ہم نے ویسا ہی کیا اور اُس دن کے بعد سے ہمیں کبھی طاقت نہ ہوئی کہ ہم اس کنویں کی تہ دیکھ سکیں۔

- عن انس بن مالك، ان رجلا من الانصار اتى النبى صلى الله عليه وسلم بسألهٗ، فقال "اما فى بيتك شيءٌ؟" قال "بلى حلس نلبس بعضهٗ ونبسط بعضه وقعبٌ نشرب فيه من الماء" قال "ائتنى بهما" قال فاتاه بهما فاخذهما رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده وقال "من يشترى هٰذين؟" قال رجلٌ انا اٰخذهما بدرهم قال "من يزيد على درهم؟" مرّتين او ثلاثًا، قال رجلٌ "انا اٰخذهم بدرهمين" فاعطٰهما اياه واخذ درهمين و اعطٰهما الانصارى وقال باحدهما طعامًا فانبذه الى اهلك واشتر بالاٰخر قدومًا فائتنى بهٖ" فاتاه بهٖ فشدّ فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عودًا بيدهٖ، ثمّ قال لهٗ "اذهب فاحتطب وبع ولا اُرَينك خمسة عشر يومًا" فذهب الرجل يحتطب و يبيع، فجاء وقد اصاب عشرة دراهم فاشترٰى ببعضها ثوبًا و ببعضها طعامًا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "هٰذا خيرلك ان تجئ المسألة نكتةً فى وجهك يوم القيامة، ان المسألة لا تصلح الا لثلاثة: لذى فقر مدقع اولذى عزم مفظع، اولذى دم موجع" (ابوداؤد)

کتاب الزکوٰۃ باب ما تجوز فیہ المسألۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے کو حاضر ہوا۔ حضورؐ نے (اس کی بات سُن کر) فرمایا کہ کیا تمہارے پاس گھر میں کچھ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ایک بوریا ہے جس کو ہم (لیٹتے ہوئے) اوڑھتے ہیں اور اس کے ایک حصّہ کو فرش پر بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ارشاد پر وہ دونوں چیزیں حضورؐ کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا اِن دونوں کو کون خریدے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ دونوں چیزیں مَیں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے دو یا تین بار فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون ان کی قیمت دے گا۔ تب ایک دوسرے (صحابیؓ) نے عرض کیا کہ مَیں انہیں دو درہم میں لیتا ہوں۔ اُس پر آپؐ نے یہ دونوں اُس صحابی کو دے دئے اور دو درہم ان سے لے کر اُس انصاری کو دیدیئے اور فرمایا کہ ان میں سے ایک درہم کی کھانے کی اشیاء اپنے گھر والوں کو پہنچا دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضورؐ کے پاس کلہاڑی (کا پھل) خرید کر حاضر ہوئے حضورؐ نے اس پر اپنے دستِ مبارک سے لکڑی کا دستہ لگایا اور اُس انصاری سے کہا کہ جنگل میں نکل جاؤ اِس سے لکڑیاں کاٹا کرو اور شہر میں آکر بیچ دیا کرو اور پندرہ دن تک ہمیں بالکل نظر نہ آنا۔ حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں وہ انصاری لکڑیاں کاٹتے اور شہر میں فروخت کرتے رہے اور (جب) پندرہ دن کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دس درہم کما چکے تھے اور ان میں سے کچھ کے کپڑے بنا لئے تھے اور کچھ کی کھانے کی اشیاء لے لی تھیں۔ ان کے حاضر ہونے پر حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا یہ کما کر اپنی ضروریات پورا کرنا تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر نہیں کہ تم (خدا کے حضور) قیامت کے دن اس حالت میں حاضر ہو کہ تمہارے سوال کرنے کی عادت نے تمہارے چہرہ کو داغ دار کر دیا ہو۔ سوائے تین قسم کے آدمیوں کے کسی کے لئے سوال کرنا درست نہیں: یعنی ایسا حاجت مند جس کو غربت نے پیس دیا ہو اور ایسا مقروض جو قرض کے بوجھ تلے دب چکا ہو یا وہ خون کرنے والا جس نے دیت ادا کرنی ہو اور عدم ادائیگی کی صورت میں اس کی جان جاتی ہو۔

• عن ابی حازم، عن سھل بن سعد اخبرہٗ أن علیّ بن طالب دخل

علی فاطمة وحسن وحسین یبکیان فقال ما یبکیهما ؟ قالت الجوع فخرج علیّ فوجد دینارًا بالسّوق فجاء الیٰ فاطمة فاخبرها فقالت اذهب الیٰ فلان الیهودی فخذلنا دقیقا فجاء الیهودی فاشتریٰ به فقال الیهودی : انت ختن هٰذا الّذی یزعم انه رسول الله قال نعم قال: فخذ دینارك ولك الدقیق فخرج علیّ حتی جاء به الفاطمة ، فاخبرها ، فقالت : اذهب الیٰ فلان الجزّار فخذ بدرهم لحما فذهب فرهن الدینار بدرهم لحم ، فجاء به ، فعجنت ، ونصبت وخبزت و ارسلت الیٰ ابیها فجاءهم فقالت اذکر لك فان رأیه حلالًا اکلناه واکلت معنا من شانه کذا وکذا فقال "کلوا باسم الله" فأکلوا فبینما هم مکانهم اذا غلام ینشد لله والاسلام دینارًا فامر رسول الله صلی الله علیه وسلم فدعی لهٗ فسالهٗ فقال سقط منی فی السّوق فقال النّبیّ صلی الله علیه وسلم یا علی اذهب الی الجزار فقل لهٗ ان رسول الله یقول لك ارسل الی بالدینار ودرهمك علیّ فارسل به فدفعه رسول الله صلی الله علیه وسلم الیه۔

ابوحازم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ انہیں سہل بن سعد نے بتایا کہ ایک دن حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس گھر میں آئے (اور دیکھا) کہ حضرت حسن اور حسین رو رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یہ کیوں روتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا بھوک سے رو رہے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت علیؓ گھر سے باہر نکلے (اور بازار کی طرف چل پڑے) انہیں بازار میں ایک دینار گرا ہؤا ملا اس کو لے کر حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور اس دینار کے بارہ میں انہیں بتایا۔ حضرت فاطمہؓ نے انہیں کہا کہ اسے فلاں یہودی کے پاس لے جائیں اور اس سے ہمارے لئے آٹا لے آئیں۔ حضرت علیؓ اُس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے آٹا خریدا جب آپ آٹا خرید چکے تو وہ یہودی بولا "کیا آپ اُس شخص کے داماد ہیں جس نے اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا "ہاں میں وہی ہوں"۔ اس پر اس یہودی نے کہا "آپ اپنا دینار واپس لے لیں اور آٹا میری طرف سے لے جائیں"

حضرت علیؓ آٹا اور دینار لے کر حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان کو ساری بات بتائی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا " اچھا قصائی کے پاس جا کر ایک درھم کا گوشت اُس سے خرید لائیں"۔ حضرت علیؓ قصائی کے ہاں گئے اور دینار رہن رکھوا کر ایک درھم کا گوشت اُس سے خرید لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے آٹا گوندھا۔ گوشت چڑھایا۔ روٹیاں پکائیں اور اپنے ابا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیغام کہلا بھیجا کہ حضورؐ ان کے گھر تشریف لائیں جب حضورؐ وہاں پہنچے تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ مَیں آپؐ کو اس کھانے کا حال بتاتی ہوں کہ ہم نے اسے کیسے حاصل کیا پھر اگر آپؐ سمجھیں کہ اس کا کھانا ہمارے لئے جائز ہے تو پھر آپؐ بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شامل ہوں۔ حضورؐ نے ان کی ساری بات سُنکر فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ پھر سب کھانے لگے اور ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ باہر سے ایک لڑکے کی آواز سُنائی دی جو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر اپنے دینار کے گُم ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔ حضورؐ نے اُس لڑکے کو اندر بُلانے کا ارشاد فرمایا۔ جب وہ آیا تو حضورؐ نے اُس سے اِس دینار کے بارہ میں پوچھا اُس نے جواب دیا کہ بازار میں کہیں اُس سے گِر گیا تھا۔ اس پر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ قصائی کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ رسول اللہ نے تمہیں یہ بات کہلوائی ہے کہ دینار میرے پاس بھیج دو تمہارا درھم میرے پر قرض رہا (حضورؐ کا پیغام سُنکر) قصائی نے دینار حضورؐ کو بھجوا دیا اور حضورؐ نے وہ دینار لڑکے کو واپس کر دیا۔

پروگرام ماہوار مطالعہ کتب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

تمام انصار کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ماہ مئی، جون ۱۹۸۷ء کے دَوران حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب توضیح مرام مطالعہ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

زعماء و دوسرے عہدیداران مجالس انصار اللہ علم و معرفت کے حصول کے ان مرکزی پروگراموں میں حصّہ لینے کے لئے زیادہ سے زیادہ انصار کو تحریک کرتے رہیں اور ہر احمدی گھرانہ میں درس کتب کا اہتمام کیا جائے اور اپنی مساعی کے نتائج سے مرکز کو آگاہ کیا جائے۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۶۶ ہش

مئی ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

ناشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت:۔ حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۸

شمارہ نمبر ۵

شرح چندہ

پاکستان		ـــــــــــ	بیس روپے سالانہ
امریکہ، کینیڈا	بذریعہ ہوائی ڈاک	:	پندرہ ڈالر ؍
جزائر فجی	؍ بحری ؍	:	آٹھ ؍ ؍
دیگر ممالک	؍ ہوائی ؍	:	چھ پونڈ ؍
	؍ بحری ؍	:	تین ؍ ؍

قیمت فی پرچہ:۔ دو روپے

سلام کے جواب میں

دیارِ مغرب کے جانے والے، انہیں بصد انکسار کہنا
سلام ان کا تو کر گیا ہے کچھ اور بھی اشکبار کہنا

اب آ بھی جاؤ کہ زندگی کا نہیں ہے کچھ اعتبار کہنا
تڑپ رہا ہے تمہاری خاطر کوئی دلِ بیقرار کہنا

نہ دعوئ علم و آگہی ہے، نہ ملکۂ شعر و شاعری ہے
فسانۂ غم کہوں تو کیسے، سناؤں کیا حالِ زار کہنا

بجا ہے تلقینِ صبر لیکن، مچل اُٹھے دل تو کیا کریں ہم
کہ دل تو آخر کو دل ہے، دل پر ہمیں کہاں اختیار کہنا

بچھڑنے کو یُوں تو مجھ سے میرے، جگر کے ٹکڑے بچھڑ گئے ہیں
مگر تمہاری جُدائی پیارے ہے زیست پہ سخت بار کہنا

تمہارے صبر و ثبات کی تو مثال ملنا نہیں ہے ممکن
مگر تمہارے غلام کا لُٹ چکا ہے صبر و قرار کہنا

نظر نظر نفرتوں کے افعی، نفس نفس بے بسی کا عالم
عجیب رنگ میں گذر رہے ہیں، ہمارے لیل و نہار کہنا

چمن میں اَب کوئی زندگی ہے، نہ پھولوں میں کوئی دلکشی ہے
بگڑ گیا ہے تمہارے جانے سے سارا رنگِ بہار کہنا

روش روش پر، شجر شجر پر، ہیں ڈالے زاغ و زغن نے ڈیرے
چمن کو حسرت سے دیکھتے ہیں، چمن کے کبک و ہزار کہنا

تیرے قیام و سجود مقبول بارگاہِ الٰہی ہو ویں
تیری دعائیں فلک سے لائیں نویدِ فصلِ بہار کہنا

یقین ہے ظلمتیں چھٹیں گی، طلوعِ نورِ سحر بھی ہو گا
کریں گے ہم ایسی صبحِ صادق کا صبر سے انتظار کہنا

(غلام محی الدین صادق ۔ النور ۔ کراچی)

پیاری پھوپھی جان ۔ دختِ کرام

(محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب)

ہماری پھوپھی جان حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم بروز بدھ ۶ مئی ۱۹۸۷ء بوقت اڑھائی بجے دوپہر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کی آمد کی اطلاع فرمائی تھی اور نہایت درجہ شفقت اور عزت افزائی فرماتے ہوئے اپنے غلام کو مخاطب فرمایا تھا کہ

دختِ کرام (تذکرہ)

اے ابنِ کریم ابنِ کریم ابنِ کریم ہم تجھے ایک دخترِ نیک اختر کی آمد کی اطلاع دیتے ہیں۔

تاریخ احمدیت میں امۃ الحفیظ بیگم کی آمد کا ایک اہم مقام ہے۔ حضرت اقدس نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ آسمانی نشانوں کو اپنی تصنیف "حقیقۃ الوحی" میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"چالیسواں نشان یہ ہے کہ اس لڑکی کے بعد ایک اور لڑکی کی بشارت دی گئی جس کے الفاظ یہ تھے:

"دختِ کرام"

اور پھر اس کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا اور وہ اب تک زندہ ہے"۔

حضرت اقدس کا ہزاروں لاکھوں آسمانی نشانوں میں سے صرف ۴۰ نشانوں کا چناؤ کرنا اور اس چناؤ میں ہماری پیاری پھوپھی کی آمد کی خبر کے نشان کو چالیسویں نمبر پر رکھنا ایک ایسا اعزاز ہے جس کی عظمت اور شان کو اور جس کی تاریخی اہمیت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ اسی نشانِ باری تعالیٰ کی صداقت کا ثبوت بن کر آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ جون ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ آپ حضرت اقدس کی ذریتِ طیبہ میں سب سے چھوٹی تھیں اور پاک جوڑے کی آخری نشانی تھیں۔

آپ نے اپنی زندگی کے چار سالوں میں حضرت اقدس کی پاک صحبت اور بے پایاں محبت کو حاصل کیا۔ اِس طرح سے آپ حضرت اقدس کی بیٹی بھی تھیں اور محبوب بھی۔

گو حضرت اقدس کی وفات کے روز آپ کی عمر صرف چار سال کی تھی مگر آپ اس کم سنی میں بھی فطری طور پر ودیعت شدہ قابلیتوں کی بناء پر بہت ذہین اور ہوش مند بچّی تھیں۔ آپ کی اس فطری ذہانت اور ہوشمندی کو حضرت اقدس نے قرآن کریم کے ایک مقام کی تفسیر کے بیان میں ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ جاوید کر دیا ہے۔

"حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے اس سے یہ مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہ وقت تو بچوں کا پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچّے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔" (تفسیر آلِ عمران صد ۳۵)

حضرت اقدس کا یہ فرمان ایک قرآنی صداقت کے اظہار کے علاوہ اس بات کی بھی غمّازی کرتا ہے کہ آپ ایک محبت کرنے والے باپ تھے اور جیسے ہر محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کی بچپن کی حرکات اور خصوصیات کو قلبی محبت سے یاد رکھتا ہے اور ان کو بیان بھی کرتا ہے حضرت اقدس نے بھی ہماری پھوپھی کی خداداد ذہانت اور ہوش مندی کو یاد رکھا اور اس کو ایک قرآنی آیت کی تفسیر میں بیان کر کے ہماری پیاری پھوپھی کو حیاتِ جاوداں بخشی۔

ایک روایت ایسے ہے کہ حضرت اقدس اپنے ساتھیوں کے ساتھ سَیر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو خادمہ نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت اماں جان فرماتی ہیں کہ امۃ الحفیظ رو رہی ہیں اور بضد ہیں کہ اپنے ابّا جان کے ساتھ باہر جانا ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کو لے آؤ۔ چنانچہ خادمہ امۃ الحفیظ بیگم کو لے کر آئی تو آپ نے ان کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی گود میں اُٹھائے ہوئے سَیر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

اِس میں کیا شک ہے کہ بعض وجود اور مقامات برکاتِ خداوندی کے حامل ہوتے ہیں اور شعائر اللہ کا مقام رکھتے ہیں۔ ان کا قُرب حیات بخش ہوتا ہے اور ان کی زندگی برکاتِ سماوی کا موجب۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات پر ایک عاشقِ خدا نے مرثیہ کہا تھا وہ مرثیہ یقیناً آپ پر صادق آتا تھا۔ مگر جماعت کے غم و اندوہ اور حالیہ مصائب کے وقت میں اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت اُس مرثیہ کی کامل مصداق ہماری پھوپھی جان ہی ہیں تو یہ بات برحق اور درست ہوگی۔

اُس نے کہا ہے

وَا اَسَفًا عَلٰی فِرَاقِ قَوْمٍ ✤ هُمُ الْمَصَابِیْحُ وَالْحُصُوْنُ

ہائے افسوس ایسے لوگوں کی جدائی پر ✤ جو کہ چراغ کی طرح روشن اور حفاظت کے قلعے تھے

وَالْمُدْنُ وَالْمُزْنُ وَالرَّوَاسِیْ ✤ وَالْخَیْرُ وَالْاَمْنُ وَالسُّکُوْنُ

ان سے شہر آباد تھے اور وہ بادل کی طرح بابرکت ✤ وہ تمام خیر تھے اور امن اور سکون کا باعث تھے

لَمْ تَتَغَیَّرْ لَنَا اللَّیَالِیْ ✤ حَتّٰی تَوَفَّتْهُمُ الْمَنُوْنُ

جب تک وہ زندہ تھے ہمارے لئے زمانہ مشکلات نہیں لایا ✤ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی

فَکُلُّ جَمْرٍ لَّنَا قُلُوْبٌ

اب ہم آگ کی طرح سے اپنے دلوں کو محسوس کرتے ہیں

وَکُلُّ مَاءٍ لَّنَا عُیُوْنٌ

ہماری آنکھیں خود بارش برسا رہی ہیں

ہماری پھوپھی یقیناً ان اشعار کی مصداق تھیں۔

آپ کی جدائی اور مفارقت ساری جماعت کے لئے ایک سانحۂ عظیم ہے اور بے انتہا غم اور افسوس کا باعث۔ مگر ہم اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کی اتباع میں وہی کہتے ہیں جو کہ آپ نے اپنے پیارے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا تھا:۔

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔

آنکھ روتی ہے اور قلب غمزدہ ہے مگر ہم وہی کہتے ہیں جس پر ہمارا رب راضی ہے۔ گو اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں۔

اور اپنے پیارے خدا سے بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ ان کی ذات سے وابستہ جو حفاظت، برکات اور محسنات تھیں ان کو ہم سے جدا نہ کرنا اور ان کے جانے کے بعد ہمیں مصائب اور مشکلات سے دوچار نہ ہونے دینا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهَا

اٰمین ثم اٰمین

✤

اَلْوداع اے دُختِ کرام! اَلْوداع

(محترم مولانا غلام باری صاحب سیف)

حضرت اقدس کی لختِ جگر، حضرت اماں جان کی نورِ نظر۔ جسے خداوند کریم نے دختِ کرام کے لقب سے نوازا۔ جن کی جبینِ مبارک، سے پیارے آقا کے لب مبارک مس ہوئے۔ جو حضرت اماں جان کی گود میں پلیں۔ دارالامان میں پروان چڑھیں۔

۶ مئی ۱۹۸۷ء کو اس دُنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرماگئیں۔ لاکھوں کو سوگوار کر کے اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہوگئیں۔ دُنیا کی ہر شئے فانی ہے کسی کو دوام نہیں۔ ایک خدا کی ذات ہے جو حیّ و قیوم ہے اسے فناء نہیں۔ ع

سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں

اے اللہ! حضرت اقدس کی بلا واسطہ ذریّتِ طیّبہ کی آخری نشانی تیرے حوالے۔ ان کا وجودِ مبارک بہت مبارک تھا اور جماعت کے لئے امن وسکون کا باعث تھا ــــ لیکن ــــ آسمانی آقا! برکتوں کے خزانوں کی مالک تو تیری ذاتِ اقدس ہے۔ کمزوروں کا سہارا! اے واجب الوجود! قوی وعزیز! تو ہی ہے۔ حفیظ و رفیق! اگر تیری حفاظت اور رفاقت نصیب ہوجائے تو یہ غم واندوہ کے پہاڑ سکڑ جاتے ہیں۔

تیری رحمت کے دامن کو پکڑ کر ملتجی ہیں کہ ہم پر رحم فرما۔ ہمیں اپنی رحمت سے محروم نہ کیجیو۔ ہم حضرت اماں جان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تجھ سے فریادی ہیں کہ

"یہ ہمیں چھوڑ گئے پر تُو ہمیں نہ چھوڑیو"

تیرا فضل اور توفیق نصیب ہو تو صدمہ ہم برداشت کرسکتے ہیں۔ اِس دن ہمارے زخم پھر ہرے ہوئے۔ جانے دل پر کیا کیا گزری۔ کیا کیا یاد آیا۔ ہمارے زخموں پر مرہم کا پھایہ رکھئے کہ ہم تیرے دَر پر یہ زخم لیکر حاضر ہیں۔ تو سب سے پیارا ہے۔ تیرا پیار سب پیاروں پر غالب ہے۔ اے مادرِ مہربان سے زیادہ پیار

کرنے والے ہمیں اپنے پیار کے اجر سے محروم نہ کیجیو۔

اللّٰھم اغفرھا وارحمھا ولا تحرمنا اجرھا ولا تفتنّا بعدھا

سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے حضرت اقدس کی اولاد میں سے سب سے لمبی عمر پائی۔ ۲۵ رجون ۱۹۰۴ء کو قادیان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۷ رجون ۱۹۱۵ء کو آپ کے نکاح کا اعلان حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کے بیٹے حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کے ساتھ بیت اقصیٰ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے فرمایا۔ خطبہ نکاح میں آپ نے خطبہ نکاح کی مسنونہ آیات کی لطیف تشریح فرمائی۔ یہ نکاح دوشنبہ کے روز ہوا۔ حضرت مولوی صاحب نے "کرام" جمع کے صیغہ کے استعمال کی حکمت بھی بیان فرمائی اور یہ شعر بھی خطبہ میں پڑھا ؎

بندگان حضرتِ اُو ⁂ سربسر تاج دارمے بینم

اس میں حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب کو ان کی خوش نصیبی پر مبارکباد پیش کی تھی۔ ۲۲ رفروری ۱۹۱۷ء کو تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب شادی و بیاہ میں رسوم کے سخت خلاف تھے اس لئے جس طرح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو حضرت اماں جان حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے گھر یہ کہہ کر چھوڑ آئیں

"میں اس بے باپ کی بچی کو آپ کے سپرد کرتی ہوں"

اسی طرح آپ کی بڑی بہن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور نند حضرت بوزینب بیگم صاحبہ آپ کو دارالامان سے دارالسلام (کوٹھی حضرت نواب صاحب) لے آئیں۔ رخصتانہ سے قبل بطور نصیحت باپ نے اپنے بیٹے کو جو خط لکھا اس کے آخری فقرے کچھ اس طرح تھے۔ یہ نصیحت سونے کے الفاظ سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا:۔

"دین کے لحاظ سے یا دُنیا کے لحاظ سے جو بڑے ہوں اُن سے تعلقات میں بہت مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ میری شادی بھی دین کے لحاظ سے ایک بڑے مقدس محبوبِ الٰہی کی بیٹی سے ہوئی ہے اور اس کی بیٹی سے تمہاری ــــ یہ ایک بڑا مشکل مرحلہ ہے اس کا نبھانا سوائے اللہ کے فضل کے نہیں ہو سکتا...... جس طرح میں (اپنے آقا) کی بڑی بیٹی سے سلوک کرتا ہوں اور عزّت و ادب کرتا ہوں تم کو بھی (اپنے آقا) کی چھوٹی بیٹی کا ادب اور حُسنِ سلوک کرنا چاہیئے اور اس کو نبھانا چاہیئے۔"

(اصحابِ احمد جلد ۱۲ صفحہ ۵۹، ۶۰)

رخصتانہ کے بعد حضرت اماں جان نے حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب کو پیغام بھجوایا:۔

"میاں کی عمر زیادہ تھی یعنی میرے والد کی ــــ تم چھوٹی عمر والے داماد ہو تم مجھ سے شرمایا

نہ کرو تا کہ جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کر سکوں۔" (اصحاب احمد جلد ۲ صفحہ ۶۴۷)

باپ اور حضرت امّاں جان کی نصیحت پر آپ کے عمل کا جو حال تھا اُس کا کچھ اندازہ اُس تقریر سے ہوتا ہے جو آپ نے نصرت آباد اسٹیٹ سندھ میں ایک موقع پر فرمائی۔ اس سے اس کرامت اور عزت کا اندازہ ہوسکتا ہے جو آپ کو اس گھر میں نصیب ہوئی کہ بیوی کے متعلق میاں کے تأثرات اور شہادت بہت وقیع تسلیم کی گئی ہے :-

"اب دیکھو اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے صرف مجھے دُنیا ہی نہیں دی بلکہ اپنے بے شمار رحم اور کرم فرما کر حقیقی معنوں میں مجھے عبداللہ بنا دیا۔ آج میرا دل شکر اور محبت سے لبریز ہے۔ میرا دل چاہتا ہے جو کچھ میرا ہے وہ سب اُس کی خاطر قربان ہو جائے ..... مَیں اپنے آپ کو (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ) ..... کی دو بیٹیوں کا خادم سمجھتا ہوں۔ میری ساری کوشش اور محنت صرف اِس لئے ہے کہ اس پاک وجود کے جگر پارے آرام پائیں جن میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو میرے والد اور ایک کو میرے سپرد کیا ہے۔"

(الحکم ۱۴ مئی ۱۹۴۳ء)

اِس تقریر میں حضرت نواب عبداللہ خان صاحب نے نصرت آباد اسٹیٹ کی زمین کو جہیز کا حصہ قرار دیا جو حضرت امّاں جان نے اپنی لڑکی کو دیا اور آپ نے فرمایا مجھے حضرت امّاں جان کے وجود میں واقعی ماں کی محبت ملی۔

حضرت دختِ کرام نے اپنے خاوند کی جس طرح خدمت کی وہ اہلی زندگی کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔ ۸ رفروری ۱۹۴۹ء کو حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب پر دل کا شدید حملہ ہوا اور اِس بیماری نے کافی طُول کھینچا۔ جب آپ صحتیاب ہوئے تو آپ نے ایک مضمون لکھا جس میں حضرت امّاں جان، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خدمت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:-

"اب مَیں یہاں اگر اپنی بیوی حضرت دختِ کرام امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا ذکر نہ کروں تو نہایت ناشکری ہوگی۔ یہ نور کا ٹکڑہ حضرت اقدس ..... کا جگر گوشہ جو کہ میرے پہلو کی زینت بنا ہوا ہے کس خدمت اور کس نیکی کے عوض مجھے حاصل ہوا ہے۔ اِس بات کو سوچ کر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہوں ..... مَیں نہیں کہہ سکتا کوئی دوسری عورت اِس قدر محبت اور پیار کے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہو۔ اِس اللہ کی بندی نے اپنے اُوپر آرام کو حرام کر لیا۔ رات دن جاگتے ہوئے کاٹتی تھیں۔ کمرہ تنگ تھا اِس لئے دوسری چارپائی کمرہ میں بچھ نہیں

سکتی تھی یہ ناز ونعمت کی پلی جو کہ ریشم واطلس کے لحافوں میں آرام کی عادی تھی زمین پر چند منٹ سر ٹیک کر آرام لے لیتی تھی۔ بلکہ زمین پر نہیں ایک تخت پوش نماز کے لئے بچھا ہُوا تھا اس پر چند منٹ کا آرام اگر میسر آجائے تو آجائے ورنہ ہر وقت چوکس ہوشیار میرے کام کے لئے مُستعد ہوتی تھیں۔"

چالیس سالہ رفاقت کا جب دامن چھوٹا تو جس صبر، عزم اور حوصلہ سے آپ نے یہ وقت گزارا وہ خواتین کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ سارا خاندانِ حضرت اقدس آپ کے مشورہ اور حکم کو واجب التعمیل سمجھتا۔ جماعت کی خواتین آپ سے دینی، دنیوی مشورہ جات مانگتیں آپ ان سب کے خطوط کے جواب لکھواتیں۔ اپنی لمبی بیماری کو جو درحقیقت صبر آزما تھی جس سکون وصبر سے گذارا یہ بھی آپ کا حصّہ تھا۔

سِلسلہ کی ہر تحریک میں آپ وعدہ کے ساتھ ہی ادائیگی فرماتیں۔ تحریکِ جدید میں پہلے نو سال کا آپ کا ذاتی چندہ تین ہزار ایک سو اٹھاون روپے تھا۔ آپ اخلاقِ کریمانہ کی مالک تھیں۔ غریبوں سے حُسنِ سلوک، اپنے گھر کے خادموں سے احسان اور شفقت کا سلوک، رشتہ داروں سے صِلہ رحمی آپ کے امتیازی اوصاف تھے۔ سِلسلہ کی تاریخ میں یہ ہمیشہ یاد رہے گا کہ سوئٹزرلینڈ میں بیت الذکر کی بنیاد آپ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی۔ آپ کے پاس حضرت اقدس کے کپڑوں کے تبرّکات کے علاوہ ایک اٹھنّی کا سِکّہ تھا جس پر حضرت اقدس نے دعا کی تھی۔

آپ کی صحت کا ہر فردِ جماعت کو فکر رہتا۔ کافی عرصہ سے زلیست کی امّید منقطع ہوچکی تھی لیکن ہر متنفّس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ ۶ر مئی کو اچانک تین بجے بعد دوپہر آپ نے آخری سانس لیا اور اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔

۱۹۰۸ء میں اِسی ماہ آپ کے والد حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کا وصال ہُوا تھا۔ ۷ر مئی کو بعد نمازِ عصر اپنی بڑی بہن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پہلو میں دفن ہوئیں۔

حضرت اقدس کی بیٹی دختِ کرام کو رخصت کرنے کے لئے جس طرح مرد و زن ربوہ میں آئے اس کا نظّارہ قابلِ دید تھا۔ آپ کے تابوت کو کندھا دینے کے لئے ہر شخص آرزو مند تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا۔ آپ کے اِس آخری سفر کو دیکھنے کے لئے چھتوں پر بہنیں کھڑی تھیں تو سڑکوں کے دونوں جانب بچّے، بوڑھے اور نوجوان چشم براہ تھے۔

وجودِ پاک کی دختِ کرام! تجھ پر خدا کی ہزاروں رحمتیں —— چشم آج بھی نمناک ہے۔ یہ صدمہ بھلائے نہیں بھولے گا۔ لیکن ہم آپ کے پیارے مقدس والد (اللہ تعالیٰ کی ان پر اَن گنت

رحمتیں ہوں) کی زبان سے نکلے ہوئے شعر کو ہی دہراتے ہیں ؎

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دِل تُو جاں فدا کر

اللہ تعالیٰ دختِ کرام کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاارحم الراحمین برحمتك نستغیث۔

سپاسِ تعزیت

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صلبی اولادِ مبارکہ کی آخری نشانی، پیارے آقا کی دختِ کرام، حضرت امّاں جان کی لختِ جگر حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا مورخہ ۶ مئی ۱۹۸۷ء بوقت ۲ بجے بعد دوپہر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کا وجود باجود برکات کا منبع تھا۔ آپ کی وفات سے جماعت کو ایک بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ اِس غیر معمولی غمناک اور اشد ترین المناک سانحہ پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے پسران اور دختران کرام اور دیگر افرادِ خاندانِ حضرت اقدس اور احبابِ جماعت سے دِلی ہمدردی اور گہرے قلبی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے ⁂

سالانہ اجتماعات مجالس بیرون انصاراللہ مرکزیہ

مغربی جرمنی

مجلس انصاراللہ مغربی جرمنی کا سالانہ اجتماع ۱۳-۱۴ ستمبر ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ، اتوار میونخ کے نئے مشن میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز دو بجے دوپہر زیر صدارت محترم حافظ مظفر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تلاوتِ قرآن کریم کے ساتھ ہوا۔ بعد ازاں انصاراللہ کا عہد دوہرایا گیا۔ افتتاحی اجلاس میں مکرم عبدالغفور صاحب بھٹی زعیم اعلیٰ انصاراللہ مغربی جرمنی نے "انصاراللہ کی ذمہ داریاں" پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد دوپہر چار بجے انصاراللہ کے علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے جن میں مقابلہ تلاوت و نظم، تقریری مقابلہ اور مقابلہ دینی معلومات زبانی شامل تھے۔

پہلے روز کا آخری پروگرام بعد طعام و ادائیگی نماز مغرب و عشاء شروع ہوا۔ درسِ حدیث مکرم عبدالباسط صاحب طارق نے دیا۔ بعد میں مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی۔ مجلسِ شوریٰ میں انصاراللہ کو فعال بنانے اور دعوتِ الی اللہ کے پروگرام کو مؤثر بنانے کے لئے غور و فکر کیا گیا۔ اس کے بعد مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر نائب صدر انصاراللہ نے شوریٰ کے متعلق ہدایات دیں۔ بعض کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی اور انصار کو اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں نبھانے کی تلقین کی۔ اس موقع پر مکرم بشارت احمد صاحب محمود مربی کولون مشن نے انتظامیہ کے بارہ میں اظہارِ خیال کیا۔ مکرم عبدالباسط صاحب طارق مربی میونخ مشن نے جرمنوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے اور دعوت الی اللہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ علاوہ ازیں مکرم ناز احمد صاحب ناصر اور مکرم مبشر احمد صاحب باجوہ نے اظہارِ خیال کیا۔

دوسرے روز نمازِ تہجد و نمازِ فجر مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے پڑھائی۔ اس کے بعد درس قرآن کریم مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر مشنری انچارج نے دیا۔ ناشتہ کے بعد ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

اجتماع کا اختتامی اجلاس بعد دوپہر شروع ہوا۔ مکرم بشارت احمد صاحب محمود مربی کولون مشن نے برکاتِ خلافت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ مربی میونخ مشن مکرم عبدالباسط

اداریہ

روزہ — تنویرِ قلب کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کی علتِ غائی "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" کہہ کر بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی صفات اپنانے اور اپنے رنگ میں رنگین ہو کر اتصالِ کامل پانے کے لئے روزہ کی عظیم معراج بخشی ہے۔ گویا روزہ خدا تعالیٰ کو سپر بنانے اور اسی کی ذات میں مخفی ہو جانے کا نام ہے اور یہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس قولِ مبارک کا مفہوم ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کہ روزہ صرف اور صرف میری ذات کے لئے ہے اور میری صفات کے اظہار کے لئے ہے اِس لئے میں خود اس کی جزاء بن کر —

— اسی کا ہو جاتا ہوں۔ یہی عبودیت کا انتہائی مقام ہے۔

یہی محویت کی حقیقی معراج ہے۔ اور یہی فنائیت کی آخری منزل ہے۔

اِس مقام پر اس کا ہر فعل حسین لگنے لگتا ہے۔ ہر عمل خوبصورتی کے سانچے میں ڈھلنے لگتا ہے حتّٰی کہ "عین الرضا" ہر زشت کو بھی خوب کا لبادہ اوڑھا دیتی ہے۔ فرمایا

"لخلفة فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسك"

کہ روزہ دار کے مُنہ سے جو بُو آتی ہے وہ چونکہ صبغة اللہ کے گلہائے رنگا رنگ سے مُعطّر ہو کر آتی ہے اِس لئے خدا تعالیٰ کو وہ کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار محسوس ہوتی ہے — اس کی ہر ادا پر خدا تعالیٰ کو پیار آنے لگتا ہے یہاں تک کہ اپنے پیارے بندے کی مضطربانہ پکار کا بھی انتظار نہیں کرتا بلکہ ماہئ بے آب کی طرح خود تڑپتے ہوئے والہانہ انداز میں پکارتا ہے:

"الا سائل یسئل فیعطی۔ الا مستغفر یستغفر فیغفرلہ۔ الا تائب یتوب فیتوب اللہ علیہ"

یہ دَرد بھری آواز اور پیار بھری لمس ایسی اُمّل بہ کرم ہوتی ہے کہ جس پر لاکھوں پدری شفقتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ جس کے سامنے ہزاروں ممتائیں شرماتی ہیں۔

یہی تو روزوں کی آخری منزل ہے جس میں انسان خدا تعالیٰ سے براہِ راست فیضیاب ہو رہا ہوتا

صاحب طارق اور مکرم لئیق احمد صاحب منیر مربی ہمبرگ مشن نے بصیرت افروز تقاریر کیں۔ مہمانِ خصوصی محترم حافظ مظفر احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔ معاشرے کی جملہ بیماریوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے اور مغربی اقوام کو اسی رنگ میں رنگا جائے۔ اجتماع کا اختتامی خطاب مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر نائب صدر مجلس انصار اللہ مغربی جرمنی کا تھا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہمیں باہم پیار و محبت کی ایسی فضا قائم کرنی چاہیئے کہ وہ دُنیا پر اثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اجتماعات کے انعقاد کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے اگر یہ نہیں تو پھر اجتماعات کے انعقاد کا کیا فائدہ ہُوا۔ خطاب کے بعد اختتامی دعا محترم حافظ مظفر احمد صاحب نے کروائی۔ اِس طرح خدا تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اجتماع کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔

مانٹریال۔ اوٹاوہ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ مانٹریال اور اوٹاوہ کی زعامتوں نے اپنا کامیاب اجتماع بیت المسجود النصرت میں ۳، ۴ مئی ۱۹۸۶ء کو منعقد کیا۔

مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا ایک وفد کی صورت میں تشریف لائے جس میں آپ کے ہمراہ ناظم صاحب اعلیٰ، نائب ناظم صاحب اعلیٰ ایسٹرن ریجن ریٹائرڈ کرنل محمد سعید صاحب مربی اور مکرم عیسٰی جان صاحب معتمد اصلاح وارشاد مجلس انصار اللہ کینیڈا تھے۔

مکرم نائب صدر صاحب کے کرسئ صدارت پر تشریف رکھنے کے بعد اجتماع کے پہلے اجلاس کی کارروائی تلاوتِ قرآن کریم سے شروع ہوئی جس کے بعد عہد دوہرایا گیا اور زعیم صاحب مانٹریال نے حاضرین کو خوش آمدید کہا۔ مکرم نائب صدر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد مختلف مقابلے ہوئے اور مکرم برکات جنجوعہ صاحب صدر جماعتِ احمدیہ مونٹریال نے درسِ قرآن کریم دیا۔

دوسرے روز نمازِ فجر کے بعد مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب نے درس القرآن دیا جس کے بعد مکرم داؤد احمد صاحب کی تقریر بعنوان ذکرِ الٰہی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اس میں انہوں نے اپنے مشاہدات پیش فرمائے۔

مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے اپنے اختتامی خطاب میں انصار کو مزید فعال ہونے اور جماعتی کاموں

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن نبھانے کی طرف توجہ دلائی۔

وینکوور۔کینیڈا

مجالسِ انصار اللہ وینکوور کا سالانہ اجتماع ۶ جولائی ۱۹۸۶ء کو BARNET MARINE PARK میں منعقد ہوا جس میں وینکوور میں موجود سب انصار نے حصہ لیا اور ان کے ساتھ مقامی خدام، اطفال، ناصرات اور لجنات نے بھی شمولیت اختیار کی۔

پہلا اجلاس زیرِ صدارت مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب تلاوت قرآن کریم اور نظم سے شروع ہوا اور زعیم صاحب وینکوور نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ اجتماع میں اذان اور نظم کا مقابلہ ہوا اور تمام حاضرین نے اپنی اپنی پسند کا شعر پیش کیا۔

دوسرا اجلاس ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد زیرِ صدارت مکرم عبد الشکور صاحب بٹ صدر جماعتِ احمدیہ وینکوور منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب نے اختلافات دور کرنے اور بچوں کی تربیت کے بارہ میں تقریر فرمائی۔

کلائی پکڑنا، کبڈی اور فٹ بال کے مقابلے ہوئے جن میں انصار، خدام اور اطفال نے حصہ لیا۔

تقسیم انعامات اور دعا کے بعد اجتماع بخیر و خوبی و کامیابی انجام پذیر ہوا۔ مقامی لوگوں نے بھی اسے بہت پسند فرمایا۔

سیرالیون

مجلسِ انصار اللہ سیرالیون کا تیسرا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۳-۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ اور اتوار بمقام بو (BO) منعقد ہوا۔ باوجود سفری دقتوں، قیام و طعام کی مشکلات اور مہنگائی کے تعدادِ مجالس اور تعدادِ انصار میں کافی اضافہ ہوا۔ الحمد للہ

امسال چالیس مجالس کے ۱۰۰ انصار شامل ہوئے جبکہ گزشتہ سال پندرہ مجالس کے اڑتالیس ۴۸ انصار شامل ہوئے تھے۔

دو روزہ اجتماع میں تقاریر اور درسوں میں انصار کو ان کی ذمہ داریوں، تربیتِ اولاد اور قربانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پہلی دفعہ جملہ مجالسِ انصار اللہ نے قربانی کا مقابلہ کرتے ہوئے فاستبقوا الخیرات کا مظاہرہ فرمایا اور پانچ سو لیون جمع کئے۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔

تمام احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے بابرکت نتائج پیدا فرمائے اور سب انصار کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

نئی زبانیں سیکھنے کی تحریک

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"انصار کو یہ مہم چلانی چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی زبان آجائے۔ اگر باہر کی نہیں سیکھ سکتے تو ملک کی دوسری زبان سیکھئے۔

آپ زبانیں سیکھئے۔ جتنے انصار ہیں آپ کی عمر ایسی نہیں کہ آپ سیکھ نہ سکیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے جو بچپن کا ملکہ عطا فرمایا ہے وہ حاصل کریں اور سیکھنے میں بے تکلف ہو جائیں کوئی شرم محسوس نہ کریں۔ ٹوٹے پھوٹے فقرے سیکھے جاتے ہیں بے شک سیکھیں اور انہیں بولیں"

تمام زعماء حضور پُرنور کی اس خواہش اور تحریک کو تمام انصار تک پہنچائیں اور بار بار تاکید اور یاددہانی کرائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بنی نوع انسان کی خدمت میں صرف کرنے کی توفیق دے اور زبان سیکھ کر زیادہ سے زیادہ مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے کی توفیق ملے۔ آمین

(قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

اداریہ ——— بقیہ صفحہ ۲

یہی رات ہمارے لئے لیلۃ القدر کی رات بن جائے جس میں تقدیروں کے فیصلے ہوتے ہیں اور بلالی رُوح کو سرفراز کیا جاتا ہے۔ دُنیا سے محروم کئے جانے والوں کو اس کی جہاں بانی بخشی جاتی ہے۔

مقابلہ دینی معلومات اطفال الاحمدیہ

احمدی بچّوں میں دینی معلومات کا ذوق وشوق پیدا کرنے کی غرض سے سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ کے موقع پر ایک زبانی امتحان لیا جائے گا جس میں اوّل، دوم آنے والے بچّوں کو مبلغ -/۳۶۰ روپے اور -/۲۴۰ روپے بطور انعام کے علاوہ سندِ کامیابی بھی عطا کی جائے گی۔ اِس مقابلہ کے لئے درج ذیل نصاب ہوگا :-

(۱) ترجمہ نماز
(۲) سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنا۔
(۳) آخری پارہ کی کم از کم دَس سورتیں یاد کرنا۔
(۴) دینِ حق کے بنیادی عقائد۔
(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے مختصر حالات۔
(۶) خلفاءِ راشدین کے مختصر حالاتِ زندگی۔
(۷) سِلسلہ عالیہ احمدیہ کی مختصر تاریخ اور احمدیت کی امتیازی شان۔
(۸) حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالاتِ زندگی۔
(۹) خلفاء حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ کے مختصر حالاتِ زندگی اور ان کی جاری فرمودہ تحاریک۔
(۱۰) درِّثمین اور کلامِ محمود سے پندرہ پندرہ اشعار زبانی یاد کرنا۔

زعماءِ کرام اِس انعامی مقابلہ کے لئے اطفال کو تیاری کرائیں۔ پہلے مقامی اور پھر ضلعی سطح پر مقابلے منعقد کرائے جائیں۔ ہر ضلع سے اوّل، دوم آنے والے اطفال کو مرکزی مقابلہ میں حصّہ لینے کے لئے بھجوایا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قیادتِ تعلیم مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

ماہنامہ انصار اللہ سے خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

رہے برکت ہمارے آشیاں میں

خوشا قسمت! کہ عصرِ حاضر میں الٰہی نوشتوں کے مطابق مامورِ زمانہ کی بعثت ہوئی۔ وہ پیاری ہستی جس کو پیارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے "سلام" کا تحفہ بھیجا اور جس کے ورودِ مسعود پر اہلِ بصیرت کے دِل کی کلی کِھل اُٹھی اور جُھوم کر یہ سُر الاپنے لگ ے

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہَوا　　　پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دِن اور یہ بہار

واقعی باغِ احمد میں بہار آئی۔ گلشن کی رعنائیاں بکھریں اور بکھرتی چلی گئیں۔ فضا مہک اُٹھی اور مہکتی چلی گئی۔

بوستانِ احمد کے بنیادی گُل ہائے رعنا کی ایک خاص خوشبو تھی، ایک خاص رنگ تھا، ایک خاص تاثیر و برکت تھی —— ان گُلوں نے اپنے اپنے رنگ بکھیرے۔ مہک پھیلائی اور اپنے اپنے نقطہ نفسی آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ ایک آخری پھول تھا جس کا نام نامی "دختِ کرام" تھا اور جو ۶ مئی ۱۹۸۷ء کو ایک لمبے عرصہ تک فضاؤں کو معطر کر کے ہزاروں محبت مارے سوگواروں کے ہاتھوں رخصت ہُوا۔

حضرت نواب سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا کی ذاتِ گرامی

—— آخری نشانی تھی بابرکت اولاد کی، کہ جس کے ساتھ براہِ راست وعدوں کا خزانہ تھا۔

—— آخری تبرّک تھا اس پیارے امام کا، کہ جس سے شیدائی برکت کے حصول کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔

—— آخری کرن تھی اُس جلیل القدر ہستی کی، جس کی ایک جھلک پا کر لاکھوں پروانے قربان ہو جاتے تھے۔

اے قلبِ حزیں! اب اس قسم کی بہار کا دَور ختم ہوُا۔ اب یہ واپس نہیں لَوٹ سکتی۔ یہ پیاری بہار انگ انگ میں سما جانے والی بہار، سانسوں میں بس جانے والی بہار، قلوب کو مدہوش کرنے والی بہار۔ یہ بہارِ آفریں اب رخصت ہوئی لیکن اس کی ٹھنڈی ہَوا کی لپٹیں اور معطر برکات کی لہریں ابھی زندہ ہیں۔ اور وہ اسی طرح تاثیر بخش ہیں جیسے پہلے تھیں۔ ان برکات کو ذخیرہ کرنے کے لئے ظرف کی ضرورت ہے۔ ان کو سمیٹنے کے لئے وسیع دامن کی ضرورت ہے۔ اس دُعا کی ضرورت ہے جو زندہ خدا کے آستانے پر ایسے دستک دے کہ فرشتے بیقرار ہو کر برکات کے تمام دروازے کھول دیں۔ اور حضرت مصلح موعود کی اس دعا کو تعبیر ملے ع

رہے برکت ہمارے آشیاں میں

ہے اور اس گھڑی کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے جس کے لئے "خیرٌ من الف شھر" کے الفاظ لائے گئے کہ اس گھڑی کی سعادت کا کیا کہنا۔ اس گھڑی کے حُسن وجمال پر تو کئی چاند قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اس گھڑی کے ملنے کی خوشی میں تو کئی ہلالِ عید وارے جا سکتے ہیں۔ اور یہی تو ہماری حقیقی عید ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو ❊ انبساطِ عید دیدن رُوئے تو
صد ہلالِ عید قربانت کنم ❊ اے ہلالِ ما خمِ ابروئے تو

کہ اے پیارے شوال کی عید ہمارے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے ہماری تو اصل عید گاہ تیرا آستانہ ہے۔ تیرے کُوچے ہیں اور تیرا دیدار ہی ہماری اصل عید ہے اگر تُو اپنی ذرا سی جھلک دکھائے تو یہ ہمارے لئے سَو عیدوں پر بھی بھاری ہے۔

چنانچہ اے زمانی اور واقعاتی رمضان کی کیفیت سے گزرنے والو! رمضان کا حق ادا کر دو۔ ابتلاؤں کی تپش سے اپنے ایمان میں حرارت پیدا کرو۔ راتوں کو زندہ کرو اور دنوں کو گرماؤ۔ خدا تعالیٰ کی خاطر سختیوں کو جھیلنے کا واسطہ دو۔ اسی کے حضور مادی لذات سے محرومی کا دامن پھیلاؤ۔ رمضانی کیفیت اور سوز و التہاب میں ایسی شدت پیدا کرو کہ خدا تعالیٰ عرش پر اس کی تمازت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے بے بس بندوں کے لئے بارانِ رحمت کا نزول فرمائے۔ لذتِ وصل سے ٹھنڈک اور تسکین کے سامان کرے۔ ہمیں فردی اور جماعتی حقیقی عید سے فیضیاب فرمائے ـــــ لقاءِ الٰہی کی عید ـــــ پیارے امام کی تمناؤں کی عید ـــــ غلبۂ تقدیرِ الٰہی کی عید۔

---

۲۷ مئی ـــــ پختہ عزم کا دن! قیامتِ صغریٰ کے بعد نشور کا دن! قدرتِ اُولیٰ کی تجلّی کے جلو میں قدرتِ ثانیہ کے ظہور کا دن! ہاں جس دن نظام کو دوام بخشا گیا، انتشارِ نور کے لئے زجاجہ عطا ہوُا۔ اور محبّت و اخلاص کے متوالوں کو صبحِ امّید کی کرن نظر آئی۔

قدرتِ ثانیہ کا ظہور قدرتِ اُولیٰ کے بعد ایک لازمی امر ہے کیونکہ قدرتِ ثانیہ وہ پانی ہے جس سے کشتِ ایمان سرسبز و شاداب ہوتی اور لہلہاتی ہے ـــــ قدرتِ ثانیہ وہ محرک ہے جس سے قوتِ روحانیہ ارتقاء پذیر ہوتی ہے ـــــ قدرتِ ثانیہ وہ ساز ہے جو ارواحِ عشّاق کے تار و پود میں ارتعاش پیدا کرتا ہے ـــــ قدرتِ ثانیہ وہ نبض ہے جس کے ساتھ لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کی سعادت کے کیا کہنے! جس کو خدا تعالیٰ نے اِس عظیم الشان قدرتِ ثانیہ کی برکتوں

سے معمور ہونے کی توفیق بخشی اسے مظہرِ اوّل سے نورِ فراست میسر آئی مظہرِ ثانی سے اصلاح اور تربیت کے نئے انداز سیکھے۔ مظہرِ ثالث کی دعاؤں سے نصرتِ الٰہی کے مورد ہوئے اور اب مظہرِ رابع کی مدبرانہ قیادت اور مطہرانہ سیادت اس کے نصیب میں آئی ہے۔

خوشا! اے جماعتِ احمدیہ کہ قدرتِ ثانیہ کی نعمتِ عظمیٰ تجھ پر سایہ فگن ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے اس دستِ قدرت کا تکوینی اظہار ہے جس کے ذریعہ عنانِ زمان و مکان کے خطوط متعین کئے جاتے ہیں۔ تقدیر کے تاروں کو جنبش دی جاتی ہے۔ زمانہ مستقبل کے خاکوں میں نئے رنگ بھرے جاتے ہیں۔ تاریخ کو نئے ابواب عطا ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرورِ زمانہ ہر ماسوا کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر ان کی ہی تاریخ کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہے۔ اُن کے ہی ذکر کو باعث افتخار گردانتا ہے اور ان کے ہی نقوش کو اپنی لوح پر سجا کر آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔

یہی ایک تقدیر ہے جو غالب آکر رہتی ہے۔ ابتلاؤں کا دَور ہو یا امن و آشتی کی فضا ہر رنگ میں اس کا مقدّر فتح و کامرانی کے اُونچے مینار ہیں۔ منازل اس کے قدموں میں آنے کے لئے بیتاب ہوتی ہیں۔ فتح و نصرت ان کی اُنگلیوں کے اشارے کی منتظر ہوتی ہیں یہی وہ تقدیر ہے جس کے ساتھ انقلابات کے تار اُلجھے ہوئے ہیں۔ بے سروسامانی، غربت، مظلومیت و کم مائیگی میں بھی یہ اپنا رنگ دکھاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے قادر ہونے پر دلیل مہیا کرتی ہے۔ دُنیا لاکھ اس کو مٹانے کی کوشش کرے، کروڑوں منصوبے اس کو ناکام کرنے کے بنائے، سینکڑوں نظام اس کے مقابل پر کھڑے کرے خدائے قادر اپنے دستِ قدرت کی زبردست طاقت سے ان سب کو ناکام و نامراد کر دیتا ہے اور اہلِ بصیرت کے لئے درسِ عبرت کے سامان کرتا ہے۔

یہ عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ اس دفعہ قدرتِ ثانیہ کا یومِ آغاز، ۲۷ مئی، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آرہا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ قدرتِ ثانیہ فردی اور اجتماعی طور پر رمضانی کیفیات سے گذر رہی ہے ابتلاؤں سے آزمائی جارہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی خاطر حلال چیزوں کے استعمال سے محروم ہوئی جا رہی ہے اور یہ سب کچھ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول اور تقدیرِ الٰہی کے غلبہ کے لئے برداشت کر رہی ہے۔

السابقون الاوّلون کو بھی رمضان میں ابتلاؤں میں ڈالا گیا لیکن انہوں نے دعاؤں سے تقدیر کا رُخ پلٹ دیا اس لئے اے اسلاف کی روایات کو زندہ کرنے والے وجودو! اُٹھو اور دعاؤں کے ذریعہ سے عرش کو ہلا دو، آسمانی وجودوں کو بیتاب کر دو کہ ہمارے لئے بھی وہی تقدیر ظاہر ہو۔ (باقی صفحہ ۲۰ پر)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعت احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء بمقام لندن

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آیتِ قرآنی

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ۔

(۹ : ۲۵)

کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ گذشتہ خطبہ میں مَیں نے آیت

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

کے مضمون کے کچھ حصے پر روشنی ڈالی تھی اور آج اِس دوسری آیت کی روشنی میں اسی مضمون کے کچھ اور حصوں پر روشنی ڈالوں گا۔

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع اور پیروی کا حکم ملا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس میں کیا منطقی جوڑ ہے اور پھر یہ پیروی کس طرح ہو سکتی ہے کس رنگ میں پیروی کی تاکید فرمائی گئی ہے اور کیا محبت حکماً بھی ہوتی ہے؟ فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے تمہیں محبت ہے تو مَیں بھی اپنی محبت کا تم سے اظہار کرتا ہوں اور اپنی محبت کا ظاہری عکس انسانوں میں بھی بتاتا ہوں۔ جس طرح تم کائنات کا حُسن مشاہدہ کرتے ہو اور عاشق ہوتے چلے جاتے ہو اسی طرح مَیں ایک ایسی ہستی تمہیں بتاتا ہوں جو میرے عشق کی وجہ سے سنوری ہے۔ میری محبت کے نتیجہ میں اس میں حُسن پیدا ہوا ہے۔ اس کو دیکھو اور اس پر عاشق ہو جاؤ اور عاشقانہ اُس کی اطاعت کرو۔ یہ مضمون ہے جو اس آیت میں مخفی ہے اور دوسری آیات میں اس کا کھُلا کھُلا اظہار ہوتا ہے۔ پس جواب یہ دیا کہ تمہیں مجھ سے حقیقی محبت کی خواہش ہے، تو خواہش تو ہے لیکن کوئی ایسا عاشقِ صادق تمہیں معلوم نہیں جس کے ساتھ مَیں نے بھی محبت کی ہو۔ اس لئے اگر تم اُس کے پیچھے چلو جس سے مَیں نے محبت کی ہے تو لازمی قطعی طور پر مَیں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ پس خدا سے محبت کے لئے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لازم ہے ورنہ اس کے بغیر تمہارا خدا سے پیار جھوٹا ثابت ہوگا۔ اور تم فاسق ہو جاؤ گے جس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں بسر ہوا جس میں کوئی نقص نہ تھا اور جو عمل خدا تعالیٰ کی رضا سے باہر ٹھہرا وہ فسق ہے۔

اسی مضمون کو مزید بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کسی حکم اور جبر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ محبت کے لائق چیز ہے اور خدا تعالیٰ نے نشاندہی فرما دی کہ اس سے بڑھ کر تمہیں کیا دلیل چاہیئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اگر انسان زیادہ حسین ہو تو کم تر حسین سے محبت کے کم امکانات ہوتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی حسین ہو اتنا ہی زیادہ اس کا معیارِ حُسن بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن کی سب سے بڑی دلیل اس آیت میں رکھ دی گئی ہے کہ اتنا حسین ہے کہ میں اس سے محبت کر رہا ہوں اور اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو میں تم سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذاتی حُسن ہے اور اس حُسن کا بیان اور تذکرہ ہونا چاہیئے۔ اس کی مجالس ہونی چاہئیں، اور بڑوں اور چھوٹوں کو اس حُسن سے ذاتی واقفیت ہونی چاہیئے۔

فرمایا: اس لئے میں نے گذشتہ سال یہ تحریک کی تھی کہ جوں جوں ہم غلبۂ دینِ حق کی صدی کے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں سیرت کے مضمون پر جلسوں کی کثرت ہونی چاہیئے تاکہ اُس صدی میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے عاشقوں کا ایک قافلہ داخل ہو۔ محض دینِ حق کے غالب آنے کے بڑے بڑے نعرے بلند کرتے ہوئے، خالی دل لوگ نہ ہوں بلکہ ایسے جن کے دل عشقِ الٰہی اور عشقِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرے پڑے ہوں۔ جن کے خون میں یہ عشق جاری ہو چکے ہوں۔ اس زادِ راہ کے بغیر آپ اگلی صدی کی نسلوں کی زندگی میں کوئی عظیم الشان تبدیلی پیدا نہیں کر سکیں گے۔ پس قبل اس کے کہ ہم اس اگلی صدی میں داخل ہوں ہمیں چاہیئے کہ ہم اس حُسنِ کامل سے مزیّن ہونے کی کوشش شروع کر دیں۔

حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا دوسرا پہلو یہ بیان فرمایا کہ خدا نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پیروی سکھائی ہے اور اس پر اپنے رنگ چڑھائے ہیں اور اپنے حُسن کو ہماری دسترس میں پہنچا دیا ہے۔ پس چونکہ خدا کا پیار اس سے سیکھا جا سکتا ہے جسے خدا نے اپنا پیار سکھایا ہو اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ضروری ہے۔

حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی سے جو انعامات ملتے ہیں انہیں قرآن کریم کی روشنی میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی سے صالحیت، شہادت صدیقیت اور ظلّی نبوّت کے انعامات ملتے ہیں۔ لامتناہی انعامات کے دروازے ہیں جو یہ محبتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھولتی چلی جاتی ہے۔

حضورِ انور نے آج کے خطبہ میں وقفِ زندگی کی عظیم الشان تحریک کا اعلان کیا جس کا محبّت کے مضمون سے تعلق ہے اور فرمایا: محبّت کے نتیجہ میں انسان تحائف پیش کرتا ہے اور قرآن کریم نے ہر چیز جو خدا کی راہ میں پیش کی جاتی ہے اس کے ساتھ محبّت کی شرط لگا دی ہے بلکہ نیکی کی تعریف میں محبّت کے تحفے کو بطور شرط کے داخل فرما دیا ہے۔ فرمایا لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون کہ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے اگر یہ راز نہ جان لو کہ خدا کے رستہ میں وہ خرچ کرو جس سے تمہیں محبّت ہے۔ اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی راہ میں پیش کرنا سیکھو پھر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہاں ہم نے نیکی کا مفہوم سمجھ لیا ہے۔

فرمایا: انبیاء کی یہ سُنّت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دینے کی خاطر اپنی اولادیں بھی پیش کرتے ہیں اور بعض اپنی اولاد پیدا بھی نہیں ہوتی تو وہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اَبرار کی بھی یہ سُنّت ہے۔ انبیاء کے علاوہ جیسے حضرت مریمؑ کی والدہ نے یہ التجاء کی خدا سے

ربّ انی نذرت لک ما فی بطنی محرّرًا فتقبّل منّی انّک انت السّمیع العلیم۔

اے میرے ربّ! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے مَیں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں مجھ سے قبول فرما۔ تُو بہت ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ دعا خدا کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کی دعا اپنی اولاد کے متعلق اور دوسرے انبیاء کی دعائیں اپنی اولاد کے متعلق۔ یہ ساری قرآن کریم نے محفوظ فرمائیں۔ بعض جگہ آپ کو ظاہر طور پر وقف کا مضمون نظر نہیں آئے گا جیسا کہ یہاں آیا ہے محرّرًا۔ اے خدا! مَیں تیری راہ میں اِس بچے کو وقف کرتی ہوں لیکن بسا اوقات آپ کو یہ دعا نظر آئے گی کہ اے خدا! جو نعمت تُو نے مجھے دی ہے وہ میری اولاد کو بھی دے اور ان میں بھی انعام جاری فرما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی انہی الفاظ میں دعا کی۔ لیکن حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو جو انعام مانگا جا رہا ہے وہ وقفِ کامل ہے۔ کامل وقف کے سوا نبوّت مل نہیں سکتی اور